عامل باطن ہے نہ ظاہر انسانیت صفت باطن ہے اور باطن کی شناخت ظاہر سے
دشوار ہے محض علم سے بھی نہیں ہوتی حالانکہ علم جمال نفس انسانی اشرف صفات میں سے ہے
علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور شے کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا
العمل بالاقتداء لے علم نہیں تو عالم جاہل مغرور ہے جیسے رہ پر سید نہ عالم بے عمل بچہ ماند گفت
بزنبور بے عسل حضرت ختم الاخلاق علیہ التحیۃ والثنیٰ نے فرمایا کہ دو شخصوں نے میری کمر توڑی
ایک اس عالم نے جس نے اپنے علم پر عمل نہ کیا اور ایک اس جاہل نے جس نے بدون علم عبادت کی عمل
مظہر انسانیت ہے اور انسانیت تہذیب نفس کو اس طور سے پاک و صاف کرنا کہ
اخلاق ذمیمہ کا دھبہ دامن عمل پر نہ آنے پائے تغیر احوال سے تغیر نہ ہو مصائب کیسے ہی
شدید ہوں پائے ثبات میں لغزش نہ ہو ابروئے صبر پر بل نہ آئے جبین شکر
پر شکن نہ پڑے یہی کامل انسانیت ہے اصلاً وہ مرتبہ کمال نفس انسانی ہے جہاں
انسان مظہر گوناگوں صفات الٰہیہ ہو جاتا ہے اور منصب خلافت کا اہل و مستحق ہوتا
ہے چنانچہ نفس نص صریح انی جاعل فی الارض خلیفۃ - ناطق بایں معنی ہے۔
فاضل مصنف نے کربلا کے وہ مناظر دکھائے ہیں وہ نادر مثالیں علم و عمل ہمت و
شجاعت ایثار و کرم تسلیم و رضا صبر و تحمل طاعت و فاحسن توکل حسن سلوک صلہ
رحمی غیرت و مروت وغیرہ وغیرہ کی پیش کی ہیں جو اگرچہ اندکے از بسیار و مشتے از خروار
ہیں مگر ہر متامل بصیر کو بآسانی اس نتیجہ پر پہنچاتی ہیں کہ اس زمانہ پر آشوب میں
اگر کسی نے غرض و غایت خلقت انسانی کو پورا کیا تو وہ ذات مجمع الحسنات سید الشہداء
روحی لہ الفداء تھی وہی نفس ذکیہ مستحق و سزاوار خلافت الٰہیہ تھا اور اسی پر
اطلاق انسان کامل کا روا تھا اور ابھی ہے اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۔
تہذیب انسان کامل سے اس خانہ زاد سبحانی کو سال تصنیف ملا ہے حق یہ ہے
کہ انسان کامل گنجینہ معارف ہے اور فاضل مصنف کی باقیات الصالحات میں ہے
جزاک اللہ خیر الجزاء - ۱۳۷۰ھ
(دستخط شوکت)

مثال نمبر۲۔ قلم ۔ ق ۔ ل ۔ م = ۲×۱۷۰ = ۲-۶۸۰ = ۵×۶۷۸ = ۳۳۹۰

(۱۰۰ ، ۳۰ ، ۴۰)

۱۶۹) ۳۳۹۰ (۲۰ ، ۲۰-۱×۹+۲ = ۹۲

۲۰
۱۳۹
۱۲۰
۱۹۰
۱۸۰

اوپر کا بیان آپ نے ملاحظہ فرمایا اگر تھوڑی سی الٹ پلٹ نہ ہو اور غور سے دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بہت کچھ خیالات برابر ہیں اور ملتے جلتے ہیں اور اسی لئے خیال ہوتا ہے کہ دونوں دھرموں کا بتانے والا اگر ایک خیال والا ضرور تھا یا دونوں مذہبوں کے بانیان کے خیالات قریب قریب ایک تھے۔

منو سمرتی ادھیائے نمبر ۲ میں لکھا ہے کہ اوم ہر چیز کی بنیاد ہے اور پرماتما کا مظہر (یعنی ظاہر کرنیوالا) اسی طرح اسلامی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ کہ علیؑ ہر چیز کی بنیاد ہے اور مظہر خدا ہیں (یعنی ظاہر کرنیوالا) اور انہیں کی وجہ سے خدا کو پہچانا گیا اور انہیں کی وجہ سے تمام چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔

پھر منو سمرتی میں ہے۔

اوم وید کا خلاصہ ہے اور وید پڑھتے وقت اوم کہنا چاہیئے۔

اسی طرح اسلام میں بھی ہے۔

(۱) بسم اللہ قرآن کا خلاصہ ہے اور بسم اللہ کا خلاصہ اس نقطے میں ہے جو بسم اللہ کی ب کے نیچے ہے اور قرآن پڑھتے وقت بسم اللہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، کتنی اچھی اور عمدہ بات ہے اور ہمارے لئے تو نور علیٰ نور ہے۔

مؤلف: خدا کیلئے اس مضمون کو غور سے پڑھئے اور غور کیجئے کہ ہندو مسلمان کی بنیاد کیا ہے اس روزانہ کے اختلاف کو دور کیجئے آپس میں امن و امان کی زندگی بسر کیجئے سلامتی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیے خواہ مذہب کچھ ہو مگر بنیاد سب کی

خدا نے پیدا کیا لوح کو۔ سورج کو۔ روشنی کو۔ اور عقل کو معرفت کو بندوں کی بصارت کو اور انکی جماعتوں کو اور ان کے دلوں کو محمد ﷺ کے نور کے سبب ۔

اس مقام پر یہ لکھ دینا بھی ضروری ہے کہ تمام کائنات کو خدا نے بنایا محمد ﷺ کے سبب سے خود خدا حدیث قدسی میں فرماتا ہے ۔

لولاک لما خلقت الافلاک محمد ﷺ جو کائنات کی جان و روح ہے اگر نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا ۔

گویا عرش سے فرش یعنی آسمان سے زمین تک کائنات عالم میں جتنی چیزیں ہیں خواہ نباتی ہوں یا جمادی سب کو بنایا خدا نے محمد کے سبب سے گویا محمد انکی جان اور روح ہیں اور سب کا وجود محمد سے ہے ہر شے میں محمد ہر درخت میں محمد ہر تخمیر میں محمد ہر دریا میں محمد ہر خشکی میں محمد جہاں دیکھو یہ روح ہی کارفرما ہے اسی نظریہ کو بابا کبیر داس نے یوں کہا ہے ۔ دوہا

ہر عدد کو چوگن کرے دو کو واسے پوکھائے — باقی بچے کو پچگن کرے بیس سے واکو بھاگ لگائے
باقی بچے کو نوگن کرے دو کو وا میں پڑھائے — کبیر داس یوں کہے ہر نام میں محمد پائے

قبل اسکے کہ میں اسکی مثال پیش کروں ناظرین کی آسانی کیلئے حروف کے عدد بھی لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں ۔

ا ۔ ب ۔ ج ۔ د ۔ ہ ۔ و ۔ ز ۔ ح ۔ ط ۔ ی ۔ ک ۔ ل ۔ م ۔ ن ۔ س ۔ ع ۔ ف ۔ ص ۔ ق ۔ ر
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۲۰ ۳۰ ۴۰ ۵۰ ۶۰ ۷۰ ۸۰ ۹۰ ۱۰۰ ۲۰۰

ش ۔ ت ۔ ث ۔ خ ۔ ذ ۔ ض ۔ ظ ۔ غ ۔ پ ۔ ٹ ۔ چ ۔ ڈ ۔ ڑ ۔ ژ ۔ گ
۳۰۰ ۴۰۰ ۵۰۰ ۶۰۰ ۷۰۰ ۸۰۰ ۹۰۰ ۱۰۰۰ ۲ ۴۰۰ ۳ ۴ ۲۰۰ ۷ ۲۰

بابا کبیر داس کا بتایا ہوا قاعدہ ملاحظہ ہو۔ محمد ۔ م ۔ ح ۔ م ۔ د ۔ ۹۲

مثال نمبر ۱ سورج ۔ س ۔ و ۔ ر ۔ ج = ۲۶۹ × ۴ = ۱۰۷۶ ۔ ۲ = ۱۰۷۴
(۶۰ ۶ ۲۰۰ ۳)

۱۰۷۴ × ۵ = ۵۳۷۰ ÷ ۲۰ = ۲۶۸ ۔ ۲۰ ۔ ۱۰ × ۹ = ۹۰ + ۲ = ۹۲

۵۳۷۰ / ۲۰
۴۰
۱۳۷
۱۲۰
۱۷۰
۱۶۰
۱۰

(۳) اگر ن سے نقطہ اور علی سے حضرت علیؑ مراد لیا جائے تو اس سے ایک پرلطف مطلب یہ نکلا کہ یہ نقطہ حضرت علیؑ ہیں۔

چنانچہ حضرت علیؑ کا قول ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ صرف بسم اللہ میں ہے اور جو بسم اللہ میں ہے وہ صرف اس نقطہ میں ہے جو بسم اللہ کے ب کے نیچے ہے وہ نقطہ میں ہوں۔ اب منوسمرتی کے دوسرے ادھیائے کو دیکھئے۔ اس میں لکھا ہے کہ اوم وید کا خلاصہ ہے ایسے نقش کی تحریر یا لکھاوٹ ہم لکھنا اس کو مبارک بناتا ہے۔

اب ذرا اسلام اور اہل ہنود کے اصولوں کی مطابقت ملاحظہ ہو۔

منوسمرتی ادھیائے نمبر ۱۲

ایک برہما نے دستر زمانہ یعنی بڑی مدت تک اس نورانی انڈے میں رہکر اپنے دھیان سے اسکے دو ٹکڑے کر ڈالے۔

اب حدیث اسلام کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

چودہ ہزار برس حضرت آدم کی پیدائش سے قبل وہ نور ایک حالت میں تھا پس تقسیم کیا اس کو دو ٹکڑوں میں آدھے سے کہا تو محمدؐ ہو جا اور آدھے سے کہا تو علیؑ ہو جا۔ ارشاد پیغمبر اسلام ہے چودہ ہزار سال پہلے میرا نور عرش کی داہنی جانب ایک قندیل میں تھا۔ (ادارہ)

منوسمرتی ادھیائے نمبر ۱۳

ان دو ٹکڑوں سے آسمان و زمین و خلا اور آٹھ سمتوں کو پیدا کیا۔

منوسمرتی ادھیائے نمبر ۱۴

بعد اسکے قدرت سے من اور من مہا تتوں یعنی آگ۔ پانی۔ ہوا۔ اور کھر پانچ حواس ایک دوسرے کے ساتھ پوری طرح لگا کر تمام جانداروں کو پیدا کیا

اب اسلامی عبارت ملاحظہ ہو۔

کا لفظ ہے کہ ہندو یا مسلمان ولی اپنی تحریروں اور لکھاوٹوں پر بڑے بڑے
مطلب لئے ہوئے لکھ سکتے ہیں وہ اس لئے کہ اوم جو سنسکرت میں لکھا جاتا ہے
جس کی شکل اوپر بنائی گئی ہے بالکل اسی طرح ہوتی ہے جس طرح عربی میں
علیؑ لکھا جاتا ہے اور اس پر اتنی زیادتی اور ہوتی ہے کہ اس کے اوپر (ن) نون
جیسا نشان بنا ہوتا ہے تاہم اس سے ہمارے مطلب پر چار چاند لگ جاتے
ہیں وہ اس وجہ سے کہ نون کے چند نکتے اور اشارے ہیں جن کو اگر دھرم اور
مذہب کے سلسلے میں نیک نیتی سے دیکھا جائے تو چند خاص باتیں ظاہر ہوتی
ہیں اس سے پہلے یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ علیؑ جو اوم کی طرح لکھا جاتا ہے
اس علیؑ کا مطلب کیا ہے۔

(۱) بہت لوگ جانتے ہیں کہ اللہ کے بہت سے نام ہیں منجملہ ان ناموں کے
علیؑ بھی ایک اللہ کا نام ہے۔

(۲) علیؑ ہمارے رسولؐ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے چچا زاد بھائی اور داماد رسولؐ
اللہ کے ولی اور رسول کے خلیفہ تھے اور سایہ کی طرح رسول کے ساتھ رہنے
والے اور اُن پر اپنی جان نچھاور کرنے والے تھے۔

اب نون کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اگر نون سے نبیؐ اور علیؑ سے خدا کا دھیان کرو تو دونوں کے ملانے سے
خدا نظر آنے لگے گا۔ یعنی خدا کی معرفت حاصل ہوگی۔

(۲) اگر ن سے نور تصور کیا جائے اور علیؑ کو خدا کا نام سمجھا جائے تو دونوں
کے ملانے سے صاف نور خدا ظاہر ہوگا۔

مطابق سنہ ۱۹۲۵ء کے صفحہ ۹ پر زیر عنوان ہندو آثار کتب و روایات سے مودتِ
حسینؑ کی جھلک طبع ہوا ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس میں شاہ
صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

میرے ایک دوست قاضی وحید اللہ عباسی مرحوم گورکھپوری نے مجھ سے
کسی انگریز کے سیاحت نامہ کے عجائب بیان کرنے کے سلسلے میں کہا تھا کہ اس نے
اپنا جانا کسی بہت دور دراز جزیرہ میں یوں لکھا ہے۔

کہ میں نے وہاں ایک گوری چٹی قوم دیکھی جو سال میں ایک دن تابوت
کی شکل کے نشانات بڑے احترام سے اپنے کاندھوں پر اٹھاتی ہے
(حسن علی حسینؑ) کے نام ورد زبان رکھتی ہے یہاں تک کہ جنگل میں
پہونچکر ان ناموں کو یاد کرکے وہ لوگ بہت روتے ہیں۔

اس رنگ کا ایک مضمون کلکتہ کے مشہور انگریزی روزنامہ امرت بازار
پتریکا میں پڑھا تھا اس کا خلاصہ اب تک دماغ میں محفوظ ہے وہ یہ ہے۔

میں نے تبت کے دامن میں ایک ایسی قوم دیکھی جس کو اپنی ابتداء و مرکز
کا صرف اتنا علم ہے کہ وہ عرب سے آئی تھی یہ قوم کھیتی کرتی ہے مویشیوں کی
بڑی داشت کرتی ہے اس کے ہاتھ پاؤں بڑے سڈول اور رنگ صاف و
سرخ ہوتا ہے میں ایک شب ان کا مہمان تھا عجیب و غریب واقعہ دیکھا
اُن کے یہاں لڑکوں کی شادی تھی مجھکو بھی اُس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔
میں اُن لوگوں کے ساتھ ایک پہاڑ پر گیا جہاں نو بجے رات تک اس برادری
کے بہت سے لوگ مجتمع اور منتظر تھے میں نے کہا کہ اب کسی کا انتظار ہے تو معلوم

تباہ کنان جنگ کے بعد درونا چاریہ کا بیٹا اشوت تہاما کو عرب کی سمت جلاوطن
کیا گیا تھا اس کے ساتھ اس کی ایک بڑی جماعت نے بھی اپنے آپ کو جلاوطن
قرار دے لیا تھا اور اس کے جلو میں اس کے ساتھ ساتھ عرب اور اس کے
مضافات میں زندگی بسر کی۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ دت برہمن اولوالعزم اور جہاں بان تھے
اُن کی بڑی تعداد وسط ایشیا اور خصوصاً افغانستان اور کافرستان میں پہنچ کر
آباد ہوگئی ان کا بڑا حصہ اسلام کی سادگی، خدا پرستی اور تہذیب سے اثر پذیر
ہو کر بعد کو مسلمان ہوگیا اور پٹھانوں میں جذب ہوگیا۔

اس کے علاوہ دت ذات کے برہمنوں کے متعلق جنگ نامہ صفحات
۱۷۵-۱۷۶ مصنفہ احمد صاحب پنجابی اور گجرات کی رپورٹ بندوبست
۱۸۶۸ء مرتبہ مرزا اعظم بیگ کے صفحہ ۲۴۲ پر لکھا ہے کہ اُن کا مورث اعلیٰ واقعہ
کربلا کے بعد دینانگر ضلع سیالکوٹ میں آکر رہ گیا پھر شیر شاہ کے زمانے
میں قصبہ رہتاس اور وہاں سے قصبہ گریالی میں جاکر رہ گئے۔

اس طرح اس اقتباس سے ظاہر ہوا کہ اُن کے مورث اعلیٰ ضرور بالضرور
کبھی نہ کبھی عرب میں تھے اور وہیں سے آکر وہ پنجاب کے اضلاع میں بسنے لگے۔

اس مورث کا نام راہب تھا اس کے سات لڑکے خون امام حسینؑ کا
انتقام لینے میں کام آگئے جو تاریخ ایک یورپین مصنف نے اس قوم کی لکھی ہے
اس میں ان فرزندان راہب کے نام حسب ذیل ہیں۔
ساہو رائے[1] ۔ ہرجاس رائے[2] ۔ شیر کھان[3] ۔ رام سنگھ[4] ۔ رائے پون[5] ۔

یہ ملک کہاں ہے واللہ اعلم۔ ادارہ

نے بقیہ اسیران کربلا کی حفاظت میں اپنے بہترین فرزندوں کو یکے بعد دیگرے قربان کر دیا یہاں تک کہ شہادت امام حسینؑ اور دیگر سامان بیکسی سے بجید دلگیر اور متاثر ہو کر ہمیشہ کیلئے عرب کو خیرباد کہکر ہندوستان چلے آئے

مگر اس کبت کے اندر بعض امتیازات ایسے ہیں جن سے انتقام خون حسینؑ کا کنا یہ ظاہر ہوتا ہے غالباً حضرت مختار علیہ الرحمہ نے جب خون حسینؑ کا بدلہ لیا تھا اور کوفہ کو یزیدیوں کے خون سے سرخ و شاداب کیا تھا اس وقت دت ذات کا راہب نامی سردار اپنی فوج کے ساتھ شریک حضرت مختار تھا کیونکہ خون حسینؑ کا بدلہ لینے اور کوفہ کو تاراج کرنے کی خوشی کا اثر کبت میں موجود ہے یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ کربلا اور واقعہ انتقام خون حسینؑ دونوں معرکوں میں جاں نثاران دت موجود رہے ہوں بہرحال یہ فدائیان حسینؑ میں رہے۔

رائے زادہ رتن چند وید نے اپنی تاریخ موہن یال میں لکھا ہے کہ جب راجہ پورا آنجہانی اور سکندر اعظم نے جہلم کے قریب جنگ آزمائی ہوئی تھی تو موہن یال لوگ راجہ کے شریک تھے سکندر کو اس قوم کی بہادری دیکھکر اُن سے ایسی دلچسپی ہوئی کہ وہ اپنے ساتھ اسی ذات کے نوجوانوں کی ایک فوج لیکر واپس گیا یہی جماعت فوجی عرب اور مقدونیا میں پھیلی اور سرگرم کارزار رہی گمان غالب ہے کہ یہی منتخب جماعت عرب میں آباد ہوئی اور اسی نے شہدائے کربلا کی رفاقت اپنی بہادرانہ فطرت سے اپنے لئے سعادت دارین سمجھکر اپنے خون سے کی ہو۔

ایک دوسرا بیان ہے کہ مہابھارت کی خونریز لڑائی بھارت کی شکست اور

غمی کے موقعوں پر بسبب ذات کے مشاہیر اور اکابر جمع ہوتے تھے تو اپنی شاعری سے اُن کو خوش کر کے طالبِ انعام ہوا کرتے تھے۔ ایک کبت دت ذات ہیں اب تک سینہ بہ سینہ محفوظ چلا آتا ہے جسے ہم آخر مضمون میں درج کریں گے جو ظاہر کرتا ہے کہ دت ذات کے آب و اجداد کسی زمانہ میں سرزمین عرب میں خانہ بدوشی کے معنوں تھے اور اس صحرائی قدرتی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنی تمام قومی خصوصیات کو رکھتے تھے یہ نہ صرف صحرا باشی تھے بلکہ وہاں کے عربی قبائل کے باہمی جھگڑوں اور لڑائیوں میں ایک نہ ایک فریق کے طرفدار رہوتے تھے دت ذات کا شیوہ تھا کہ وہ ممالک اور قطعات عالم کو روندا کرتی تھی۔ کوہ و دریا کو طے کرتی تھی اور اس سیاحانہ گردش میں جہاں کہیں کوئی ہا و ہو نہ معرکہ گرم ہوتا تھا آپہنچتی مظلوم کے ساتھ ہو کر حق بحقدار کیلئے سرفروشی کرتی تھی یہ میدان کربلا میں مظلومان خدا کے ساتھ ہو کر یزیدی لشکر کے خلاف صف آرا رہی اور اپنی قوم کے سات سپوتوں اور حبیب آزماؤں کو نذر حسین علیہ السلام کر دیا۔

اس قوم کا ایک کبت جو انگریزی تاریخ کے ضمیمہ جات میں مرقوم ہے وہ شاہد ہے۔ کہ یہ دت ذات برہمن عرب میں شریف اور معزز خیال کی جاتی تھی وہاں اس کا اقتدار تھا اس کو اہلبیت رسولؐ سے خاص عقیدت تھی۔ ایک خدا کے ماننے والے تھے چونکہ کبت مکمل نہیں ہے اور اس کی زبان پرانی اور قدیم پنجابی ہے اس لئے اسی کے نکات سمجھ میں نہیں آتے۔

ایک اور بیان۔ جو اس کتب کے اشعار سے مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب شہدائے کربلا شہادت اور امتحان کی تمام حجت اپنے اوپر ختم کر چکے یعنی شہادت ہو چکی تو اسی دت ذات برہمن کے ایک نامور سردار راہب نامی

اور رائے سے ظاہر ہے کہ یہ ہندوستان کے مختلف زمانہ حاکمیت میں صاحب
خطاب و اثر تھے ان کا سلسلہ بہار، صوبہ متحدہ اور پنجاب میں راولپنڈی
جہلم، سیالکوٹ، گرداسپور، ہوشیارپور، جالندھر میں بہت دور تک
بڑی تعداد میں پھیلا ہوا ہے۔ اس قوم کی دت ذات اور ذاتوں میں مشہور ہے
دت کہا جاتا ہے کہ سنسکرت کے لفظ داتا کا اختصار ہے اور داتا کے معنی
فیاض کے ہیں چونکہ یہ قوم بہت اولوالعزم، جنگ جو، اور سیاح تھی اس لئے
اس کے کارناموں اور رجزوں سے کہاوتوں، گیتوں، مثلوں اور کہانیوں کو
زینت دی گئی ہے۔

حال میں عراق عرب کی کھدائیوں سے اور پرانے زمانے کے برآمد شدہ
ذخیروں سے ایسے آثار ملتے ہیں جن سے کبھی مندروں اور دیول ہونے کا
شبہ ہوتا ہے غالباً اسی قوم کے باقی ماندہ عبادت خانوں کے مدفون
اور مرحوم نشانات ہیں افغانستان میں بڑے بڑے عہدوں اور ذمہ داریوں
کے مالک یہ دت ذات بھوٹن بار کے برہمن ہیں اُن کے عادات اور معاشرتی
انداز بتاتے رہے ہیں کہ اُن کو جہاں نوردی قوت آزمائی اور سچائی کی حمایت
کا شوق تھا۔

اُن کے ساتھ بادہ فروش (بھاٹ) شاعر اور کبت گو منجملہ اور سامان قافلہ
آرائی کے ہوتے تھے یہ لوگ اس ذات کے حسن و عشق کے کارناموں، جنگ و
جدال کے واقعات اور سیاحانہ فتوحات کو مختلف طریقوں سے نظم اور
شاعرانہ خیالات کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے اُن کا فرض ہوتا تھا کہ شادی و

مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی میدانی اقوام جو گنگا۔ جمنا۔ سرجو اور گھاگرہ دریاؤں کے کنارے اور الہ آباد۔ بنارس ورگورکھپور کی زرخیز کمشنریوں میں آباد ہیں برہمنوں کی ایک کثیر تعداد قوم کھیونہار ہے اسکے نوجوانوں کے مضبوط اور خوبصورت ڈیل ڈول گورے چٹے بینڈے اور اس کی زمینداریاں اور زمانہ حال کی ترقیوں سے اس کا مالا مال ہونا۔ یہ سب اس کے امتیازی خصوصیات ہیں جو اسی کی جانب تحقیق کی نظر کو بیساختہ بلند کرتے ہیں۔

اصل لفظ موہنیہال یعنی موہی معنی زمین اور وال یعنی والا۔ زمین والا کہتے ہیں۔

اُن کی سات ذاتیں ہیں۔

(۱) دت (۲) وید (۳) چھبر (۴) بلی (۵) موہار (۶) لاؤ (۷) بھمبوال

اس قوم کے کارناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرب۔ وسط ایشیا افغانستان اور ایران ایسے ممالک میں اپنے ڈنکے بجا چکی ہے آج بھی مہاراجہ بنارس۔ مہاراجہ بیتیا۔ (بہار) مہاراجہ صاحب کھٹوا (بہار) مہاراجہ صاحب ٹیکاری۔ راجہ صاحب لال گولا۔ راجہ صاحب تمکوہی وغیرہم اسی قوم کے نئین بار کے مشاہیر سے ہیں۔

تاریخی حیثیت سے ظاہر ہے کہ اس قوم کا نشان مہابھارت سے پہلے تھا اُس زمانے سے ابتک یہ لوگ ہندوستان کے ہر شعبۂ علم و عمل میں دلچسپی لیتے رہے اُن کے خاندانی خطابات۔ جہنا۔ بخشی۔ رائے زادہ۔ ملک

گذر گئیں اور بغداد سے ہزاروں فرسخ کے فاصلہ پر اب قیام ہے وہ بزرگوار
تسبیح و تہلیل کرتے رہے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو
میں دوسرے تیسرے روز حاضر ہو کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوا کروں
انھوں نے اجازت دیدی۔

مولوی صاحب رخصت ہو کر اپنے کیمپ میں آئے تو یہ حال ہم سب سے
بیان کیا چند مسلمان تھے سب زیارت کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور کچھ
ہندو بھی ہمارے ساتھ ہو لئے مولوی صاحب ہمارے رہبر تھے ہر چند ادھر
اُدھر پھرے مگر اس حصار کا کہیں پتہ نہ چلا مجبوراً مایوس ہو کر واپس آئے
آخر کار وہ جنگل کاٹ کر صاف کر دیا گیا مگر معلوم نہ ہوا کہ وہ حصار اور وہ
بزرگ کہاں گئے۔

مؤلف:۔ مولوی صاحب ممدوح بھی میرے والد کے پاس اکثر
آیا کرتے تھے اُن سے بھی والد صاحب نے اس واقعہ کی خود تحقیق کی مولوی
صاحب نہایت متدین اور صاحب تقویٰ تھے اُنکی طرف کبھی کذب کا گمان
بھی نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وہ ہندو قوم جو امام حسینؑ کی فدائی تھی

اب ہم حضرات اہل سنت کے ایک بڑے معزز و با معرفت اور مشہور
بزرگ جناب مولوی شاہ نذیر ہاشمی غازی پوری کا وہ مضمون لکھتے ہیں جو
رسالہ اصلاح کھجوا ضلع سارن صوبہ بہار ماہ صفر ۱۳۴۳ھ میں شائع ہوا تھا

آپ ہندوستان میں ہیں اور یہاں انگریزوں کی عملداری ہے یہ سنکر وہ بزرگوار شکر خدا کرتے رہے اور دریافت فرمایا کہ بادشاہ تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے کہا بہت اچھا ہمارے مذہبی معاملات میں کچھ دخل تو نہیں دیتا سب لوگ نہایت امن و سکون کے ساتھ بسر کرتے ہیں اب آپ اپنا حال بتائیں یہ تمام باتیں عربی زبان میں ہوئیں ۔

ان بزرگوار نے کہا کہ جس قریہ میں ہمارا مکان ہے وہ بغداد سے دس فرسخ ہے اس قریہ میں ہمارا کل قبیلہ آباد ہے جو سب کے سب سادات ہیں صرف اس جرم پر کہ ہم سادات ہیں متوکل نے ہماری گرفتاری کے لئے کچھ فوج بھیجی ہمارے قبیلہ میں کل مرد عورتیں اور بچے سب چار سو آدمیوں کی جمعیت تھی اور کسی طرح شاہی فوج کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے آخر ہم نے افسر فوج سے درخواست کی کہ رات بھر ہمارا محاصرہ رکھا جائے صبح کو اختیار ہے جو چاہے کرنا۔ افسر نے ہماری درخواست منظور کی ہم زندگی سے تو مایوس تھے ہی شب بھر ہم نے بارگاہ ایزدی میں مناجات کی اور نماز خوف ادا کی اور دعا کی کہ یہ بلا ہمارے سر سے دفع ہو شب بھر ہم سب بیدار رہے قریب صبح ہمیں نیند آ گئی جب آفتاب بلند ہو گیا اور ہماری آنکھ کھلی تو ہم نے اپنے کو اس حصار میں محصور پایا یہاں ہر طرح کا آرام ہے چشمے جاری ہیں غلہ کی کثرت بکثرت ہیں ضروریات زندگی کی کوئی چیز ایسی نہیں جو یہاں موجود نہ ہو مولوی صاحب نے سوال کیا کہ اس حصار میں آئے ہوئے آپ کو کتنا عرصہ ہوا فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو تین چار روز ہوئے ہیں یہ سنکر کہ دریاں

سے گذر کر ایک مکان کی دیوار پر پڑ رہی ہے یہ اسی طرف چلے۔ وہاں جاکر دیکھا
مکان کی دیوار پرانی تعمیر شدہ ہے اس جنگل میں یہ تعمیر دیکھ کر انھیں سخت تعجب
ہوا انھوں نے تحقیق کرنا چاہا اور دیوار کے پاس جاکر چاروں طرف چلنا
شروع کیا یہاں تک کہ پورا چکر کاٹ کر جہاں سے چلے تھے وہیں آگئے انھوں
نے محسوس کیا کہ یہ دیوار بطور حصار یا احاطے کے کھنچی ہوئی ہے مگر کسی طرف
کوئی دروازہ نظر نہیں پڑا اسی خیال سے دروازے کی تلاش میں تین چکّر
حصار کے کاٹے اب تو یہ بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسا مکان ہے جس کا دروازہ
نہیں پھر خیال کیا کہ یہ تو ممکن نہیں کہ مکان کا دروازہ نہ ہو ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ کہیں درختوں یا جھاڑیوں میں پوشیدہ ہوگیا ہے یہ سوچ کر ایک
چکر پھر لگایا اور ہر موقع کو غور سے دیکھنا شروع کیا جب یہ چلتے چلتے ایک
طرف پہونچے تو دروازہ تو نہ ملا مگر دیوار کے اوپر ایک کھڑکی نظر آئی جس کے
کواڑ بند تھے یہ دیکھ کر اور حیران ہوئے کہ یقیناً دروازہ کہیں نہیں ہے مگر
بنانے والے نے یہ کھڑکی کس مصلحت بنائی ہے اور اس میں جانے کا راستہ
کدھر کو رکھا ہے۔

ہنوز دل میں یہ خیال کر رہے تھے کہ کھڑکی کھلی اور ایسا معلوم ہوا کہ
ان کو دیکھ کر کسی شخص نے وہ کھڑکی فوری بند کر لی۔ ایسی تیزی سے وہ کھڑکی
کھلی اور بند ہوئی کہ یہ کھولنے والے کو نہ دیکھ سکے سوائے اس کے یہ معلوم
ہوا کہ کوئی آدمی تھا مولوی صاحب کی حیرت کی اب کوئی حد نہ رہی اور کھڑے
ہوئے سوچتے رہے آخر کار مولوی صاحب یہ خیال کر کے ایک جھاڑی میں.

سید الشہداء کا ماتم دنیا کے ہر ہر گوشہ میں ہوتا ہے۔

دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا   شبیر ہر سال ترا نام رہے گا

واقعہ نمبر ۳۔ گو ذیل کے اس واقعہ کا تعلق اس بات سے نہیں لیکن چونکہ
واقعہ عجیب اور حیرت میں ڈالنے والا ہے اس لئے ناظرین کتاب کے لئے
تحریر کرتا ہوں۔

جناب والد صاحب مرحوم اپنی کتاب بہارستان اعجاز میں اس طرح
تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دونوں واقعے احمد نور خاں صاحب نے میرے روبرو
والد صاحب مرحوم سے بیان کئے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہماری سروے پارٹی کو ممالک متوسط کے ایک جنگل کے
سروے کرنے کا حکم ملا اور ہماری پارٹی نے وہاں آکر ڈیرے ڈال دیئے ہمارے
بڑے صاحب کی پیشی میں جو پیش کار رکھتے وہ ذی علم عربی فقہ کے عالم فارسی
اور انگریزی کے بڑے ماہر تھے نماز روزے کے پابند متقی اور پرہیزگار تھے
ان کا نام احسان الحق تھا اور مولوی کہہ کر ان کا نام پکارا جاتا تھا ہر زبان
بہت بے تکلفی سے روانی کے ساتھ بول سکتے تھے ایک روز علی الصباح
جنگل کے ایک چشمے پر جو قریب ہی تھا رفع حاجت کے لئے فارغ ہوکر اسی
چشمہ پر وضو کیا اور نماز صبح وہیں ادا کی۔ گرمی کا موسم اور صبح کا وقت تھا
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں جنگلی پھولوں کی خوشبو مہک رہی تھی نماز
پڑھ کر بہ نظر تفریح وظیفہ پڑھتے ہوئے تسبیح ہلاتے اور آگے بڑھ گئے یہاں تک
کہ سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی انہوں نے دیکھا کہ سورج کی کرن دشت و جبل

تقدس کی وجہ سے مولوی مشہور تھے میرے والد صاحب نے اُن سے ایک دن
یہ سوال کیا کہ مولوی صاحب آپنے کئی ملکوں کا سفر کیا ہے کبھی کوئی عجیب واقعہ
بھی نظر سے گذرا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ مدت العمر میں دو واقعے ایسے
دیکھے ہیں ایک افریقہ میں اور ایک ہندوستان کے صوبہ ممالک متوسط میں
پہلے آپکو افریقہ کا واقعہ سنا دوں اسی کے بعد ہندوستان کا واقعہ سناؤنگا

ہم افریقہ میں ایک جنگل کا سروے کر رہے تھے اور ہماری تمام پارٹی
وہاں کیمپ لگائے ہوئے تھی جس میں ہندو عیسائی مسلمان اور انگریز
تھے ہم اس سے بالکل بے خبر تھے کہ جب ہم وہاں مقیم تھے تو اسلامی مہینہ کونسا
تھا۔ ایک جنگل میں ایک ٹیلہ پر ہم نے دیکھا کہ افریقہ کے صحرائی آدمی (زولو)
ہزاروں کی تعداد میں جمع ہیں اور رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہیں اور انکی
عورتیں اپنے برتنوں میں دریا سے پانی لا لا کر اس ٹیلے کے نشیب میں ڈال
رہی ہیں ہم لوگ بہت حیران ہوئے اور اس آدمی سے جو ہمارے ساتھ تھا اور
اُن کی زبان سمجھتا تھا اُس سے ہم نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے اس نے
بتایا کہ آج اُن کا ایک تیوہار ہے آج اُن کا ایک دیوتا بھوکا پیاسا مارا
گیا ہے یہ سنکر ہمارے دل پر عجیب طرح کا اثر ہوا اور کیمپ میں آکر ہم نے حساب
لگایا تو معلوم ہوا کہ وہ عاشور کا دن تھا اس سے قبل میں اس بات کا قائل تھا
کہ یہ ایام و ماتم و عزاداری صرف شیعہ آبادیوں میں ہوتی ہے اور یہ جو مشہور
ہے کہ امام حسینؑ کا ماتم دنیا کے ہر حصہ میں کسی نہ کسی طرح برپا کیا جاتا ہے لغو
فضول ہے لیکن اس واقعہ کو دیکھکر میں اس کا قائل ہو گیا اور آج تک ہوں کہ

اُس وقت مجھے ایسی رقّت ہوئی کہ میں زار زار روتا رہا اور دل میں عہد کیا کہ آئندہ ہمیشہ عزاداریٔ امام حسینؑ کیا کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ واقعہ جناب قبلہ وکعبہ مولوی سید احمد صاحب قبلہ کے سامنے بیان کیا اس وقت نواب علی رضا صاحب بہادر اور سید علی صفدر صاحب اور کئی حضرات موجود تھے۔

ڈاکٹر صاحب ممدوح فی الحال بمبئی میں مقیم ہیں اور دس ماہ تک مقیم رہیں گے جس کا دل چاہے حضرات موصوفین یا ڈاکٹر صاحب سے دریافت فرماکر تصدیق کرلے اُن کا پتہ یہ ہے۔

کیپٹن جنرل سلیم ترکش کیمپ بمبئی

واقعہ نمبر ۲۔ جناب والدخان بہادر سید مظفر علی خاں صاحب مرحوم المتخلص بہ کوثر اپنے مسودہ کتاب بہارستان اعجاز میں فرماتے ہیں کہ میرے والد مرحوم ومغفور سید خورشید علیخاں صاحب جب بہیڑی ضلع بریلی میں تحصیلدار تھے تو اُن کی ماتحتی میں ایک شخص احمد نور خاں کورٹ آف وارڈس میں عہدہ دار تھے مذہباً حنفی المذہب اہلسنت تھے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند اور متقی پرہیزگار تھے زمانہ جوانی میں وہ اپنے والد صاحب سے کسی بات پر ناراض ہوکر گھر سے چلے گئے اور عرصہ تک آوارہ وطن رہے مصر وقسطنطنیہ وبیت المقدس اور عراق وشام کا سفر کئے ہوئے تھے بعدہ وہ ہندوستان آکر عرصہ تک محکمہ سروے میں ملازم رہے اور پنشن لی اسی ملازمت کے سلسلے میں انھوں نے افریقہ وغیرہ کا بھی سفر کیا وہ ہفت زبان کے ماہر تھے اور اپنے

دن تین گھنٹے کے لئے روک دیئے جاتے ہیں گویا تین گھنٹے امام کا سوگ مناتے
ہیں چنانچہ میں جس جہاز پر فوج کے ہمراہ تھا وہ بھی روز عاشورہ وقت عصر سمندر
میں حسب قاعدہ ٹھہر گیا اس مقام کے قریب جہاں ہمارا جہاز ٹھہرا ہوا تھا
سمندر کا کچھ حصہ خشک ہو کر زمین نکل آئی تھی جو ایک ٹیلے کی صورت میں تھی اوپر
اوپر کی سطح ہموار تھی کوئی درخت وغیرہ اس پر نہ تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے دریائی
آدمی نہایت درجہ پریشان اس ٹیلے پر مجتمع ہو رہے ہیں ان لوگوں کو میں نے سیاحت
میں اور مقامات پر دیکھا ہے بالکل مثل انسان کی صورت و شکل اور قد و قامت
میں ہوتے ہیں صرف یہ فرق ہوتا ہے کہ انکی کمر سے زانو تک بڑے بڑے بال ہوتے
ہیں زبان ان کی سمجھ میں نہیں آتی جہاز کے وہ ملاح جو عرصہ تک اسی طرف کے
قرب وجوار میں رہتے ہیں البتہ ان کی زبان سمجھ سکتے ہیں میرے جہاز پر بھی ایک سرہنگ
تھا جو ان کی زبان سمجھ سکتا تھا میں نے اس سے کہا تم جا کر دریافت کرو کہ یہ لوگ
اس ٹیلہ پر اس کثرت سے کیوں جمع ہیں اور کیا کر رہے ہیں چنانچہ وہ سرہنگ کشتی پر
سوار ہو کر وہاں گیا وہ لوگ اسے قریب آتا دیکھ کر سمندر میں بھاگنے لگے سرہنگ
نے اس ٹیلہ کے قریب پہونچکر بلند آواز سے کہا ہم تم کو پکڑنے یا مارنے نہیں آئے
ہیں بلکہ کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں یہ سنکر وہ لوگ کچھ رک گئے سرہنگ نے
پوچھا کہ تم یہاں کیوں مجتمع ہوئے ہو اور کیا کر رہے ہو انھوں نے گریہ خیز آواز
میں کہا کہ امام حسینؑ کا ماتم کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں نے یہ سنا میری
عجیب کیفیت ہوئی میں نے یہ خیال کیا کہ مجھ سے تو یہ جانور ہزار درجہ بہتر ہیں

اُن کے لئے مستقبل کی رہنمائی کرتے ہیں۔

مانا کہ زمانے کا رہے گا نہ یہ عالم ترتیب تمدن کی یہ ہو جائے گی برہم
بکھرا ور کسی رنگ میں ہو گا ترا ماتم دنیا یہ نہ ہو گی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا (نجم آفندی)

جی چاہتا ہے کہ اس موقع پر میں چند واقعات تحریر کر دوں کہ جو جناب والد خان بہادر سید مظفر علی خان صاحب مرحوم المتخلص بہ کوثر نے اپنی ایک کتاب بہارستان اعجاز میں تحریر فرمائے ہیں جن کا تعلق اسی باب سے ہے۔ امید ہے کہ یہ واقعات ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

یہ کتاب بہارستان سخن ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے۔ اس میں ہندوستان کے مختلف مقامات کے وہ معجزات جمع کئے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئے اور جن کی مستند طریقہ پر تصدیق بھی ہوئی۔

واقعہ نمبر ۱ ۔ از رسالہ شیعہ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۱ء ۔ نمبر ۵ جلد نمبر ۹ ۔ بحوالہ اخبار مشرق گورکھپور نظیر حسین علی کی روایت سے یوں تحریر کرتا ہے۔

کیپٹن جنرل سلیم صاحب ڈاکٹر جو سنی المذہب اور ترکی فوج میں ڈاکٹر ہیں بیان کرتے ہیں کہ پہلے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ جب مشیت ایزدی میں قتل جناب امام حسینؑ ضروری ٹھہر چکا تھا تو پھر اس کا رنج و غم کرنا فضول ہے لیکن ایک واقعہ سے میرا خیال بدل گیا وہ واقعہ یہ ہے جب میں روم میں فوج کے ساتھ تھا تو جس فوج میں میں ڈاکٹر تھا اسی کی ضرورت سے مجھے سفر کرنا پڑا اور وہ زمانہ محرم کا تھا دستور وہاں کا یہ ہے کہ روز عاشورہ وقت عصر عربوں کے جہاز جہاں کہیں

وہ تو اسلئے تیروں سے چھلنی ہو گیا۔
اُسی کی گود میں چھ ماہ کا بچّہ تھا جو خون میں ڈوبا ہوا
اسکے کاندھوں پر جوان بیٹے کی لاش تھی۔
اسکی ستم رسیدہ عورتیں پکار رہی تھیں۔
اور ہزاروں دشمن اس پر تیر چلا رہے تھے۔
اُن پہاڑوں کے اس پار جہاں سے کالے کالے بادل آتے ہیں
عرب کی شہزادی کا لال تیروں سے چھلنی ہو گیا

یہ ہیں انسانی دلوں سے نکلے ہوئے نغمے۔ جو مصنوعی نشر و اشاعت کی چمک سے آلودہ نہیں وہ غمِ حسینؑ جس کے لئے جوش ملیح آبادی نے کہا ہے۔

عباسِ نامور کے لہو سے دُھلا ہوا　　اب بھی حسینیت کا علم ہے کھلا ہوا

اسی غم کی میٹھی میٹھی لہریں اُن پرسوز نغموں میں اس طرح اُٹھتی ہیں جیسے کوئی دل کی رگوں کو چھو رہا ہے انہیں غم کی کیفیات کو دیکھ کر جنوبی ہند کی بلبل مسز سروجنی نائیڈو پکار اُٹھی تھیں۔

یہ نہر یا سیاہ پوش جسم سفید اشکبار تیری مصیبتوں پر آہ روتی ہے خلق زار زار۔

ہائے حسینؑ بے وطن ہائے حسینؑ بےکفن

یہ غم سلطنتوں، بادشاہوں، امیروں اور کج کلاہوں کا غم نہیں ہے جو اُنکے اثر ہی کے ساتھ ختم ہو جائے یہ حق پرست عوام کا جذبہ ہے جو صدہا سال کے مظالم و استبداد سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور یہ نقوش قدم ہیں جو

جنگلی باشندوں نے انتہائی خلوص سے ہمارا خیر مقدم کیا۔ تازہ مکھن
اور جوار کی روٹی کا ناشتہ کسی درباری دعوت سے زیادہ لذیذ اور عزیز
ہو رہا تھا۔ ناشتے کے بعد جن کا تذکرہ کیا گیا تھا وہ دونوں بھائی بہن
میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور نوحہ پڑھنا شروع کیا ہمارے ایک ساتھی نے
جن سے ترجمانی کی خواہش کی گئی تھی۔ ساتھ ساتھ ترجمہ کرنا چاہا مگر میں نے
اُن کو منع کر دیا مجھے وہ لحن و کیفیت اتنی بہتر معلوم ہو رہی تھی کہ میں نے
ایک مرتبہ مسلسل آخر تک نوحہ سُنا نوحہ ختم ہونے پر اُسے دہرا گیا اور میں نے
اپنی ڈائری میں اس کا ترجمہ نوٹ کیا۔

لمباڑوں کا نوحہ۔ عرب کی شہزادی کا لال تیروں سے چھلنی ہو گیا
یہ تیر بہادر ہاتھوں سے چلائے ہوئے نہ تھے
یہ بزدل کمانوں سے نکلے ہوئے تیر تھے
جن کے چلانے والے ایک دوسرے کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے
یہ جو دیہاتوں میں چاؤش عرب کہلاتے ہیں۔
انھیں چاؤشوں نے یہ تیر چلائے تھے۔
جو دیہاتوں میں روپیہ وصول کرنے آتے ہیں
اپنے کھانے کیلئے نہیں نظیر الدولہ کیلئے آسمان جاہ کیلئے
عرب کی شہزادی کا لال تیروں سے چھلنی ہو گیا۔
اس لئے نہیں کہ اسی کے پاس تیر کمان نہ تھی، وہ بہادر تھا
وہ تو ایسے بہادر باپ کا بیٹا تھا جس کے نام کا کنٹھا پہنا جاتا ہے

ہمیں شکار کے سلسلہ میں ایک رات لمباڑوں کی بستی سے گذرا یہ لوگ بانس
اور بلیوں سے بنی ہوئی جھونپڑیوں میں رہتے تھے ایک جھونپڑی علیحدہ تھی
جو مہمان خانہ کہلاتی تھی سلیقہ کاریگری اور خوشنمائی دیکھکر طبیعت خوش
ہوگئی۔ سردی کا یہ عالم تھا کہ دو دو کمبل اوڑھنا پڑے قریب ہی آگ جل
رہی تھی مگر جسم برف ہوا جاتا تھا نیند نہیں آ رہی تھی دفعتاً مجھے خیال آیا کہ
اپنے میزبان سے باتیں کروں ہاتھ میں بھری ہوئی بندوق لئے ہوئے دروازے
کے پاس بیٹھا تھا گفتگو تھوڑی دیر بعد اس منزل پر آگئی۔

میں ..... کیوں بھائی تمہارے یہاں محرم ہوتا ہے

وہ ..... ہاں کیوں نہیں کیا ہم برہمن ہیں [illegible]

میں ..... تو محرم میں کیا ہوتا ہے۔

وہ ..... عاشور خانہ میں علم بیٹھتے ہیں [illegible]

میں ..... کوئی نوحہ یاد ہو تو ہم کو بھی سناؤ۔

وہ ..... میرے بیٹے اور بیٹی کو بڑا اچھا نوحہ یاد ہے صبح کو جب گاؤں
میں گھومنے چلوں گا تو سنوا دوں گا۔

یہ وہ انسان تھا جس کی سب گاؤں والے بڑی عزت کرتے تھے اس لئے
کہ ایک شیر نے اس پر حملہ کیا مقابلہ ہوا شیر نے اس کو کافی زخمی کر دیا مگر اس نے
بھی شیر کا گلا گھونٹ دیا بہت ہمت اور جواں مردی سے کام لیا اس کے سینے
اور پیٹ پر اتنے نشان تھے کہ دیکھکر حیرت ہوتی تھی۔

پہاڑ سے سورج نکلنے کے بعد جب ہم اس قبائلی گاؤں میں گئے تو اُن

بڑا دیالو بڑا سخی - بڑا بے نیاز مہمان ہے

ہر سال مہمان آتا ہے مگر بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہیں لاتا

اسے ٹھیک تو یہ اس کے نیچے تو ندی کے کنارے مار ڈالے گئے

ٹوٹ جائیں وہ کٹار ہیں جو بچوں کو بھی کاٹ دیتی ہیں۔ اسے پیچ تو ہے

اسکی عورتیں تو قید خانہ ہیں ہیں۔

ٹوٹ جائیں وہ سلاخیں جو بوڑھی عورتوں کو بھی قید کر لیتی ہیں۔

بڑا دکھیارا مہمان ہے۔

اُسی کے لئے اونچے اونچے پیڑوں کی پتیاں توڑ کر چٹائی بناؤ

زرد - زرد تروڑ کے پھول کی ترکاری اور سانبھر کا نرم نرم گوشت پکاؤ

ہرے ہرے کپڑے اور کالا کالا شملہ لاؤ

یہ نہ آئے تو کالے کالے بادل برسنا چھوڑ دیں۔

یہ نہ آئے تو ہرے ہرے پتے سوکھ جائیں۔

یہ نہ آئے تو جھرنے بہنا بند کر دیں۔

یہ نہ آئے تو زور زور سے جھکڑ چلیں اور جھونپڑیاں اڑ جائیں

مہمان آگیا ہے ———— یارو ———— مہمان آگیا ہے

مجھے سب سے زیادہ جس نظم نے متاثر کیا وہ ملہاڑوں کا نوحہ تھا عوامی
شاعر اور کبیت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک شاہکار ہے اس میں
عوامی جذبات جس حسن وخوبی سے ادا کئے گئے ہیں وہ جدید شاعری کے
رجحانات سے قریب تر ہیں اس نظم سے آگاہی کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی

جلاتے ہیں اور یہ دعا پڑھتے ہیں ۔

عود عود دان ہیں   پیران میدان ہیں

فاتحہ عباس علیؑ کی قبول ہو

دوسری نظم گونڈی زبان کی ہے گونڈ تعداد میں ان اقوام میں ملباڑوں
کے بعد سب سے زیادہ ہیں گونڈ قوم کی ایک بوڑھی عورت نے بڑی مشکل
سے اور بہت اصرار کے بعد وہ نظم سنائی جو عام طور سے وہ محرم میں پڑھتے ہیں
حسن اتفاق سے ترجمان گونڈی زبان سے بخوبی واقف تھا اور اس نے
بمشکل (۳) عورت کو باور کرایا کہ اس نظم کے سننے میں کوئی سرکاری یا قانونی
مقصد نہیں ہے ۔

گونڈوں کا نوحہ ۔ مہمان آگیا ہو ——— بھائیو ——— مہمان آگیا ہو

کھانے پکاؤ   پھل چن کے لاؤ

مگر یہ عجیب طرح کا مہمان ہے

ہم کھانے پکاتے ہیں   پھل چن کے لاتے ہیں

مگر یہ خود نہیں کھاتا   ہمکو کھلا دیتا ہے

مہمان آگیا   لوگو   مہمان آگیا ہے

کپڑے لیکر آؤ   پگڑی لے کر آؤ

مگر یہ عجیب طرح کا مہمان ہے

ہم کپڑے لاتے ہیں   ہم پگڑی لاتے ہیں

مگر خود نہیں پہنتا   ہمکو پہنا دیتا ہے

خود ترقی پسند اور تعلیم یافتہ ہیں میرے ساتھ تھے میری ابتدائی گفتگو سن کر وہ
خیال کرنے لگے کہ میں اس سن رسیدہ انسان سے مذاق کر رہا ہوں مگر جب
بوڑھے نے میرے شوق کو دیکھتے ہوئے آمادگی ظاہر کی اور پرسوز لہجے میں نوحہ
پڑھنا شروع کیا۔ اور پڑھ پڑھ کر مطلب بھی بیان کرنے لگا تو میرے وہ ہندو
دوست بھی آبدیدہ ہوگئے۔ یہ نوحہ ایک مکالمہ کی صورت میں تھا جس کو
میں نے اپنے الفاظ میں یوں نوٹ کیا ہے۔

پاردیوں کا نوحہ۔ چھوٹا بھائی۔ چلو بڑے بھیا چڑیاں پکڑنے چلیں انکی
[illegible] دو دیسی نہر لی بکڑوں کا بہت سے طوطے اور فاختائیں بھی جو [illegible] الہڑ
لڑکیوں کی طرح کودتی ہیں۔

بڑا بھائی۔ نہیں پیارے بھائی ہم شکار کیلئے نہیں جا سکتے تم کو معلوم
نہیں کہ محرم آگیا۔

چھوٹا بھائی۔ محرم آگیا ہے ارے تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا [illegible]
کلفی پہنوں گا تاڑ کا بڑا سا پتہ ڈھونڈھ کر اس کا اونچا سا علم بناؤں گا اور
ماتم کروں گا۔

یا علیؑ دولہا —— یا علیؑ دولہا —— یا علیؑ دولہا

یہ حیدرآباد کا عام رواج ہے کہ محرم کے چالیس دن شہر اور ہر گاؤں
میں بچے اور بڑے علم لے کر گشت کرتے ہیں اور یا علیؑ دولہا کے نعرے لگاتے ہیں
اس بوڑھے پاردی نے مجھے فاتحہ کی دعا بھی بتلائی جو یہ لوگ پڑھتے ہیں
کچھ [illegible] پھل ایک پتہ پر رکھ کر علم کے سامنے رکھتے ہیں اور عود لوبان وغیرہ

بڑے بتّوں کے علم بناتے ہیں اور جس جھونپڑی میں یہ علم ٹھلائے جاتے ہیں وہ
اسی لیے مخصوص ہوتی ہے اس میں سال بھر کوئی تقریب منعقد نہیں ہوتی۔

قطب شاہی سلطنت کے ہر گاؤں اور چھوٹے سے چھوٹے موضع میں
بھی ایک عاشور خانہ اور اس کے ساتھ کچھ زمین بطور نذر کے وقف تھی
آصف جاہی سلطنت نے بھی ان اوقاف کو برقرار رکھا اور اب بھی ہندستانی
اور پاکستانی انقلاب سے پہلے یعنی ۱۹۴۷ء تک برقرار تھے غالبًا اسی رواج
سے متاثر ہو کر ان فرزندانِ صحرا نے بھی اپنی متحرک اور غیر متحرک آبادیوں
میں ایک ایک گھر مراسمِ عزا کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہوگا۔

مجھے سب سے زیادہ دلچسپی اُن مختلف قبائل کے نوحوں اور مرثیوں سے
تھی مگر افسوس ہے کہ اچھا ترجمان نہ ملنے کی وجہ سے ان نامانوس زبانوں سے
یہ نظمیں صرف سن ہی لینے پر اکتفا کرنی پڑی اور میں اُسی مفہوم اور مطلب سے
پوری طرح واقف نہ ہو سکا۔ بڑی کد و کاوش کے بعد چند ایسی نظمیں ملیں جن کا
ترجمہ میں قلمبند کر سکا اور جن کے مفہوم کی صحت کا مجھے پورا پورا اطمینان
ہو چکا تھا۔

سب سے پہلی نظم جسے نوحہ کہنا چاہیئے، پاروی قوم کی ہے جو ان اقوام
میں سب سے کم تعداد میں ہیں۔ اور جن کا ذریعہ معاش جڑ بیاری اور جنگلی پیداوار
کی تجارت ہے۔ اپنے اسی ذریعہ معاش کی بدولت وہ شہری اور دیہاتی آبادی
سے زیادہ مانوس ہیں۔ ایک بوڑھے پاروی نے مجھ سے اس نظم کا مفہوم اپنی
شکستہ اور دکھنی اردو میں بیان کیا۔ میرے ایک ہندو جاگیردار دوست جو

لمباڑے	۴۰۴۶۱۶
گونڈ	۱۴۲۵۲۲
ارکالا یا کبکاری	۴۵۷۷۱
بھیل	۱۸۰۲۱
پاردی	۴۸۰۶

یہ قبائل دکن کے اُن اضلاع میں آباد ہیں۔ جہاں گھنے جنگل۔ پہاڑیاں چشمے اور دریا ہیں۔ عادل آباد۔ ورنگل اورنگ آباد ان کے خاص مرکز ہیں مشرقی گھاٹ کا دامن ان کی جولان گاہ ہے ان میں سے ہر قبیلہ کی رہائش، لباس طرز معاشرت اور ذریعہ معاش کے مسائل بذات خود تفصیل طلب موضوع ہیں۔ کربلا کے واقعہ سے ان کی عقیدت کا اندازہ اس روایت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو ضلع ورنگل کے لوگوں کی زبان پر ہے۔

کسی پہاڑ پر ان اقوام کا کوئی پرانا قلعہ ہے جس کا ایک دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے اس کے لئے مشہور ہے کہ جیسے ہی محرم کا چاند فلک پر نمودار ہوتا ہے یہ قفل (تالا) خود بخود کھل جاتا ہے اور بعد ختم عشرہ وہاں کے مجاور اُسے بند کر دیتے ہیں۔

دکن میں علم رکھنے اور سجانے کو علم بٹھانا کہتے ہیں اور عزا خانہ یا امام باڑہ کو عاشور خانہ کہتے ہیں۔ ان قبائل میں کسی دھات یعنی لوہے۔ تانبے پیتل یا چاندی کے علم تو میں نے نہیں دیکھے مگر معلوم ہوا کہ بعض مقامات پر پرانی صنعت گری کے نمونے موجود ہیں ورنہ عام طور پر یہ لوگ تاڑ وغیرہ کے پتے

درندوں کی مانند ہو گئے تھے اس وقت انسان سے بہیر و فرزند رسول امام حسینؑ
کا اتنی بڑی قربانی کی ہند و مت کے اصول پر بھی کتنی ضرورت ہو گئی تھی اور خدا کی
مبارک یاد کی کس قدر مستحق تھی۔

ہندوستان کے قدیم قبائل اور امام حسینؑ

اب ہم ہندوستان کے قدیم قبائل میں حسینؑ کی عظمت اور عزاداری اخبار
سرفراز لکھنؤ سے نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ صحرائی اور جنگلی قوموں
میں بھی حسینؑ کی عظمت اور بلندی قائم ہے جو صرف خدا کی طرف سے ہے ورنہ
لوگوں نے تو اس عزاداری کے مٹانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

یک حسینے نیست کو گردد شہید ورنہ بسیار اند در دنیا یزید

حسینؑ کی شہادت عظمیٰ کی بازگشت اگر متمدن اور تعلیم یافتہ دنیا میں سنائی
دیتی ہے تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں جب تک حق و صداقت کا نام باقی ہے کربلا
کی حق نمائی اور صداقت خیزی کے تذکرے ہوتے ہی رہیں گے۔ مگر حق گوئی کی یہ
رسائی یقیناً حیرت کے قابل ہے کہ ہندوستان کے قدیم اقوام جو جنوبی ہند کے
پہاڑوں اور جنگلوں میں تاریخ کے وجود سے قبل زندگی بسر کر رہی ہیں وہ بھی اس
واقعہ سے آگاہ ہیں اور اس کی یاد مناتے ہیں مگر کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ
انسان جو بیداری سے بے خبر ہیں وہ بھی حسینؑ کی قربانی کی عظمت سے آگاہ ہیں
اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ہیں حسینؑ حیدرآباد دکھن میں قدیم قبائل
کی تعداد کا اندازہ حسب ذیل اعداد و شمار سے ہو سکتا ہے۔

دن اُن کا ماتم کریں۔

اُدھیائے نمبر ۱ منو سمرتی

قابل تعریف لڑنے والوں کا دھرم ہے لڑائی کی حالت میں دشمنوں کا مارنا کبھی اس دھرم کو کبھی نہ چھوڑے۔

امام حسینؑ کی جنگ تحفظ انسانیت کے لئے تھی دھرم کی حفاظت کے لئے تھی انسانیت سوز بد اخلاقیوں کے دفعیہ کے لئے تھی بہتر تنوں کا تین دن کی بھوک و پیاس میں ہزاروں سے جنگ کرنا اور شہادت کے بعد تین روز تک ریگستانی جلتی ہوئی زمین پر لاشوں کا پڑا رہنا اور کوئی کریا کرم نہ ہونا ہندو دھرم خود انصاف کرے اگر اس وقت منوجی مہاراج کربلا میں موجود ہوتے تو ان مظلوموں کا کیا دفن و کفن نہ کرتے اور دس دن خود ماتم کرتے یا نہ کرتے انسانیت کا تقاضہ یہی تھا پھر اُن کے پرستاروں اور ماننے والوں کو کیا یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ اس مجسمہ کمال انسان کا پہلی محرم سے دس دن تک ماتم کریں اور امام حسینؑ کی یاد منائیں جیسا کہ شریف الخیال انسانیت کے علمبردار اہل ہنود صاحبان کثرت سے اس وقت بھی حسینؑ مظلوم کی پُر خلوص عزاداری کرتے ہیں۔

ہندو مت کے فدائیو۔ شری کرشن جی اور منوجی مہاراج کے پجاریو۔ بھگوت گیتا اور منو سمرتی کے مذکورہ سچّی تعلیمات کو اسلام کی روشنی میں دیکھو دونوں راستے علیحدہ علیحدہ ہیں مگر منزل ایک ہے انداز بیان جدا ہے ماحصل

(۱) جو عمل بطور فرض کے اور بلا کسی لاگ اور پھل کی خواہش کے اور بغیر کسی رغبت اور نفرت کے کرتے ہیں وہ ولی اور اوتار ہیں۔

(۲) جو علم و دانائی سے امر و نہی اور مناسب و نامناسب میں تمیز کرتے ہیں خوف و بیخودی اور قید و آزادی میں فرق نہیں دیکھتے وہ ولی اور اوتار ہیں

(۳) وہ استقلال جس سے انسان لوگ سادھن کے ذریعہ من و دل اور حواسوں کی حرکتیں روکتا ہے وہ ولی اور اوتار ہیں۔

(۴) وہ سکھ جس کا لطف آزمائش کے بعد اٹھایا جائے اور جس سے دکھ کا خاتمہ ہوا اور جو شروع میں زہر کا سا کڑوا معلوم ہو اور آخر میں امرت سا میٹھا ثابت ہو اور کامل العلم ہو وہ ولی اور اوتار ہے۔

گیتا سند اس کا بیان ادھیائے نمبر ۱۸ اشلوک نمبر ۲۶ لغایت ۳۸

اب منوجی مہاراج کی کتاب منوسمرتی کی روشنی میں امام حسین کو جانچیے کیا امام حسین غیر ملک میں جا کر جس ظلم و بیدردی سے مارے گئے اور ان کی لاش مطہر کے ساتھ وہ باتیں کبھی نہیں کی گئیں جو ایک عام انسان کی لاش کے ساتھ کی جاتی ہیں اُس کے لحاظ سے کیا اُس ماتم داری کے مستحق نہیں ہیں جو منوجی مہاراج منوسمرتی ادھیائے نمبر ۵ میں فرماتے ہیں۔

لڑائی کے میدان میں تلوار وغیرہ سے زخم کھا کر جو مر جائے تو اس کا کریا کرم اُس وقت ختم ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ناپاکی بھی ختم ہو جاتی ہے مگر غیر ملک میں مر جائے اور دس روز پورے نہ ہوئے ہوں تو دس دن میں جتنی کمی ہو گئی

سے کاٹ کر اس مقام کی تلاش کرلی جہاں پر پہونچکر پھر واپس نہیں ہوتے ([illegible])
انسان دل میں مصمم ارادہ کرلیتا ہے کہ میں قدیم (خدا) کی تلاش میں نکلا ہوں
جس سے یہ دنیا کا سامان پھیلا ہے۔

ایسے انسان (حسینؑ) غرور اور گھمنڈ سے آزاد۔ دنیا کی بندشوں پر فتحیاب اپنی ذات میں ہمیشہ محو۔ خواہشوں سے پاک۔ سکھ۔ دکھ۔ دشمن دولت اور تمام قصّوں سے چھوٹے ہوئے اُس لاثانی مقام کو پالیتے ہیں جہاں نہ سورج نہ چاند۔ نہ آگ کا دخل ہے جہاں پہونچکر کوئی واپس نہیں ہوتا۔

گیتا اُدھیائے نمبر ۱۵ پرشوتم کا بیان شلوک نمبر ۱ الغایتہ ۶

کیا امام حسینؑ میں وہ ملکوتی صفات نہ تھے جن کی تعریف و توصیف میں شری کرشن جی مہاراج اس طرح فرماتے ہیں۔

بے خوف و پاک دل رہنمائی۔ علم و دانائی میں طبیعت کا جمانا۔ خیرات کرنا۔ حواس خمسہ کا بس میں رکھنا۔ سکون قلب (سانتی) بدگوئی سے پرہیز۔ رحم دلی۔ صبر و حیا۔ سنجیدگی۔ جلال۔ عفو۔ استقلال۔ پاکیزگی۔ صلح جوئی۔ انکساری یہ سب خصلتیں ایسے لوگوں میں موجود ہوتی ہیں جو فرشتوں کی سیرت لے کر پیدا ہوتے ہیں۔

گیتا اُدھیائے نمبر ۱۶ اشلوک نمبر ۱ الغایتہ نمبر ۳

امام حسینؑ شری کرشن جی مہاراج کے نظریہ کی بنا پر ولی اور اوتار تھے:

(۷) جو معافی دینے والا ہو (۸) جو ہر حالت میں صبر و شکر کرتا ہو
(۹) جس نے اپنے نفس یعنی اپنے کو جیت لیا ہو (۱۰) جو عقیدت کا پختہ ہو۔
(۱۱) جس نے اپنے دل و دماغ کو اللہ کے حوالہ کر دیا ہو۔ (۱۲) جو نہ خود کسی سے مضطرب ہوتا ہو اور نہ اُس سے کوئی دوسرا مضطرب ہوتا ہو
(۱۳) جو خدا کی مرضی کو اپنی مرضی سمجھتا ہو (۱۴) جو خوشی و غصہ و خوف کے غلبہ سے کبھی مغلوب نہ ہو۔

بھگوان کرشن فرماتے ہیں کہ جس میں مندرجہ بالا چودہ صفات ہوں وہ کامل بھگت ہے جو مجھے بہت عزیز ہے۔ ان چودہ صفات کا جب ہم امام حسینؑ کی اعلیٰ شخصیت میں پتہ لگاتے ہیں۔ تو ہم آپ کو ہر صفت میں منوّر اور کامل پاتے ہیں اسی طرح حسینؑ کو جب ہم ہندوستان کے مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں تو آپ میں اُن تمام صفات کو نمایاں پاتے ہیں جن کے ہونے سے پورن پُرش یا پرشوتم (انسانِ کامل) ہو جاتا ہے ہم حسینؑ کو ہر پہلو سے کامل پاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں کہ حسینؑ ایک ایسا انمول ہیرا ہے جسے جس پہلو سے دیکھو بے عیب اور بیش قیمت ہے حسینؑ وہ خوشنما گلاب ہے جس کا ہر جزو اپنی خوبصورتی اور خوشبو سے دل کھینچ لیتا ہے حسینؑ ایسا کھرا سونا ہے جسے جتنا تپاؤ اتنا ہی خوش رنگ ہوتا جاتا ہے حسینؑ وہ روشن آفتاب ہے جس میں ہر رنگ موجود ہے اور واقعہ کربلا ایسا موقع ہے جس میں دنیا کی تمام انفرادی۔ خانگی۔ اور سماجی زندگی میں اٹھنے والے ہر سوال کے حل کی تصویر ہے اس میں باپ۔ بیٹا۔ بھائی۔ بہن۔ شوہر۔ بیوی۔ دوست

کو اصلی زندگی سمجھتے تھے آپنے گیتا کے اس کلام کو بخوبی سمجھ لیا ہے۔

متھہ پرتم ناستی کنچد ستی دھننجیہ

یعنی ایک پرمیشور کی ذات پاک کے سوا باقی اور سب باطل ہیں۔

دھیان یوگ یا راج یوگ ۔ امام حسینؓ دھیان یوگی یا راج یوگی بھی تھے کیونکہ آپ ہر وقت اپنے پیدا کرنے والے معبود سے توسّل رکھتے تھے کسی ایک لمحہ بھی اس سے جدا نہوتے تھے یہی گیتا کے دھیان یوگ یا راج یوگ کا نچوڑ ہے کہ انسان کو پورن یکسوئی یعنی باطن سے اپنے رب میں ہمہ تن مصروف ہوجانا چاہئے۔

بھگتی یوگ ۔ امام حسینؑ بھگتی یوگی یا پورن بھگت تھے آپنے ایشور یا (معبود) کی مرضی کے لئے اپنا سب کچھ راہ خدا میں قربان کردیا عبادت آپکو از حد عزیز تھی اپنے معبود کی عبادت کے لئے آپنے خاص طور سے ایک شب کی مہلت مانگی تھی اور نویں محرم کی شب آپ کی زندگی کی آخری شب تھی جو عبادت میں گذاری۔

علاوہ ان چاروں یوگوں کے بھگوان کرشن نے گیتا میں اپنے عزیز ترین دکامل بھگت کے چودہ صفات بھی بیان فرمائے ہیں یہ صفات گیتا کے ۱۲ آدھیائے میں بیان ہوئے ہیں جن میں سے صرف تین اشلوک پیش نظر ہیں جن میں آپنے فرمایا ہے۔

(۱) جو کسی سے بغض و کینہ نہ رکھتا ہو
(۲) جو سب کا دوست اور رفیق ہو۔
(۳) جو سب پر رحم کرتا ہو
(۴) جو ممتا موہ سے خالی ہو۔
(۵) جسمیں غرور و تکبر نہ ہو۔
(۶) جو رنج و راحت میں ہمیشہ یکساں رہتا ہو۔

کی مذہبی روح کے نقطہ نظر سے آپ کو انسان کامل یعنی پورن پرش پاتا ہوں اور میرا دل حسینی عقیدت اور محبت سے بھر جاتا ہے ہیں جیسے جیسے آپ کے صفات پر غور کرتا ہوں تو آپ مجھے ہندوستان کی مذہبی روح کے ایک وشن محبت نظر آتے ہیں اور میں آپ کو اپنے مذہبی جذبات سے ایک لمحہ کے لئے بھی نظر انداز کرنے سے قاصر نظر آتا ہوں۔

بھگوت گیتا اور امام حسین جس طرح جین اور بودھ مذہب کے نظریہ سے حسین انسان کامل یعنی پورن پرش ہیں اسی طرح ہندو نظریہ سے بھی آپ کامل نظر آتے ہیں۔ موجودہ ہندو دھرم کی سب سے زیادہ مستند کتاب بھگوت گیتا ہے جو بھگوان کرشن کا پاک کلام ہے گیتا میں چار خاص یوگ بیان ہونے مانے جاتے ہیں۔

(۱) کرم یوگ (۲) گیان یوگ

(۳) دھیان یوگ یا راج یوگ (۴) بھگتی یوگ۔

کرم یوگ۔ کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ جو بلا کسی شخصی بہبودی کی خواہش کے محض دھرم یا فریضہ کی ادائی کے لئے ہر کام کرتا ہے وہی کرم یوگی ہے۔ ظاہر ہے کہ امام حسین کا کوئی کام کبھی اپنے ذاتی مفاد یا شخصی آرام کے لئے نہیں ہوا آپنے جو کچھ کیا صرف دھرم کے لئے دین و دنیا کی بھلائی اور بہبودی کے لئے کیا یہاں تک کہ دھرم پر آپنے اپنے کو قربان کر دیا اس لئے آپ گیتا کے نظریہ کے مطابق سچے کرم یوگی تھے۔

گیان یوگ۔ آپ یعنی امام حسین گیان یوگی بھی تھے کیونکہ آخرت کی زندگی

ہوئی تھی وہی ہندوستان کا عام مذہب اب ہندو دھرم کہلاتا ہے۔

بودھ، جین اور ویدک ان تینوں دھرموں میں ایک ایک خصوصیت ہے۔

(۱) ویدک دھرم کی خصوصیت ہے یگیہ و ہون۔

(۲) جین دھرم کی خصوصیت ہے تپ یعنی روزہ، زہد و ریاضت۔

(۳) بودھ دھرم کی خصوصیت ہے دان یعنی خیرات و زکوٰۃ۔

موجودہ ہندو دھرم میں یہ تینوں خصوصیات ہیں۔ ہندو دھرم کی ساخت کے بارے میں اگر کہا جائے تو یوں کہوں گا کہ یگیہ، تپ و دان اس کی یعنی یگیہ، تپ اور دان یہ دھرم کے تین بڑے ستون ہیں جن پر دھرم کی عمارت کھڑی ہے۔

موجودہ ہندو دھرم میں کوئی ایسی رسم نہیں جس میں آگ یا یعنی کچھ نہ کچھ آگ میں نہ سلگایا جاتا ہو یہ ہے یگیہ۔

کوئی ایسی رسم نہیں جس میں برت یعنی روزہ رکھنا ضروری نہ ہو یہ ہے تپ۔

کوئی ایسی رسم نہیں جس میں برہمن کو دکشنا یا سیدھا نہ دیا جاتا ہو یہ ہے دان۔

یہی وجہ ہے کہ جین اور بودھ کی طرح موجودہ ہندو دھرم بھی پورن پرش یعنی انسان کامل کے اصولوں کا قائل ہے۔

جب میں ہندوستان کے ان جدا جدا مذہبوں کے اندر پورن پرش یعنی انسان کامل کے جو صفات بیان کئے گئے ہیں اُن سے حضرت امام حسینؑ کے مبارک صفات کو ملاتا ہوں تو میں ہنستا

موسوم ہے گرو گورکھ ناتھ سنت تکارام۔ راما نند کبیر نانک سب اسی کے پیروکار تھے اور دکھن میں دراوڑ سنسکرتی (ڈرورین تہذیب) کے نام سے وہاں کی تامل۔ تلگو وغیرہ تیرہ دکھنی زبانوں میں جس کے قدیم لٹریچر موجود ہیں۔

دوسرا آریوں کا ویدک دھرم ہے جو ویدوں اور سنسکرت لٹریچر کے تمام ارشن گرنتھوں میں موجود ہے جس کا اپٹوڈیٹ دعویدار مہارشی دیانند سرسوتی کا قائم کردہ آریہ سماج ہے۔

تیسرا جین دھرم ہے جس کا لٹریچر پراکرت اور سنسکرت زبانوں میں موجود ہے۔

چوتھا بودھ دھرم ہے جس کا ترپٹک۔ مہانس اور دھاتک وغیرہ عظیم لٹریچر پالی زبان میں ہے اور جو تبت سیلون (لنکا) چین۔ جاپان۔ برہما سیام وغیرہ ممالک میں اس وقت بھی شان کے ساتھ رائج ہے۔

موجودہ ہندو دھرم جس کے ماتحت آج جمیع ہندو چل رہے ہیں ان چاروں مذہبوں کا مجموعہ ہے۔ چونکہ سنت مت کے بزرگ ہمیشہ سے تارک الدنیا درفقرا رہے ہیں اور اس کا مذاق محض روحانیت رہا ہے اس لئے وہ روحانیت کے متلاشیوں میں ہمیشہ سینہ بسینہ چلتا رہا ہے وہ دنیاداری کے سماجی نظام سے ہمیشہ کنارہ کش رہا ہے باقی تینوں دھرم چونکہ ہندوستان کے راج دھرم (شاہی دھرم) رہ چکے ہیں اس لئے ان تینوں دھرموں کے اصولوں کو لے کر یہاں ایک عام مذہب کی ساخت

والوں کے بلانے پر اپنے تمام بیوی بچوں کو بے سروسامان اور بلا تیاری کے اپنے ساتھ لے کر کوفہ کی جانب چلنے پر تیار ہوئے اور ہر سمجھدار آپ کو منع کرتا تھا اور ہر شخص اسے غلط بتاتا تھا لیکن حسینؑ کی عقل اسی کو صحیح سمجھ رہی تھی کیونکہ آپکو صحیح ادراک حاصل تھا۔

یا جس وقت حسینؑ کے تمام عزیز و انصار شہید ہو چکے تو آپ خیمے سے اپنے چھ مہینے کے بچہ علی اصغرؑ کو گود میں اٹھا کر اذن پانی کے سوال کے خاطر میدان کی طرف روانہ ہوئے آپ جانتے تھے کہ بچہ معصوم وہاں جاکر شہید ہو جائے گا مگر آپ کو صحیح نظر اور صحیح ادراک تھا آپ یہ بھی جانتے تھے کہ میرے بعد میرے اہل حرم قید کر لئے جائیں گے اور اُن کے ہاتھ پس پشت سے باندھ دیے جائیں گے اس وقت اس بچہ کو کون سنبھالنے والا ہو گا یہ ہے صحیح نظر اور ادراک۔

پس ظاہر ہوا کہ جین مت کے نقطۂ نظر سے امام حسینؑ علیہ السلام انسان کامل یعنی (پورن پُرش) تھے۔

عام ہندو مت اور امام حسینؑ۔ سب سے پہلے ہم پنڈت چندر کا پرشاد صاحب جگیاسو کا ایک مقالہ تحریر کرتے ہیں اس کے بعد اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع کریں گے موصوف لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے چار خاص مذہب ہیں جن کا اپنا اپنا ضخیم لٹریچر موجود ہے یہاں کا ایک وہ قدیم ترین مذہب ہے جو آریہ قوم کے اس ملک میں آنے سے قبل پھیلا ہوا تھا اور جو آج کل سنت مت یعنی سناتن دھرم کے نام سے

(۱) خود پرستی نفس پرستی۔ شراب خواری۔ لوٹ کھسوٹ۔ جدال و قتال۔ تباہی
و بربادی۔ بدچلنی۔ زناکاری کے ساتھ موت اور آخر میں دوزخ کی آگ میں
جلنا .... یہ ہے دکھ۔

(۲) خدا کی ذات پاک یعنی حق پرستی اور نیکی پر ایمان کامل نہ لا کر ہزاروں
وہموں میں پھنسے رہنا یعنی شرک۔ بت پرستی۔ اندھی نفس پرستی نا عاقبت اندیشی
...... یہ ہے دکھ سمودے۔

(۳) خدا شناسی یعنی توحید۔ نیکی۔ پرہیزگاری۔ نفس کشی۔ آخرت پسندی۔ قناعت
استغنا۔ یتیموں مسکینوں۔ بیواؤں اور مصیبت زدوں کی امداد کرنا ....
یہ ہے دکھ نرودھے۔

(۴) رسول کا بتایا ہوا اسلام .. یہ ہے دکھ نرودھے کا اپایہ
بھگوان گوتم بودھ نے اونت کی تحریب کا راستہ جس پر چل کر انسان انسان
کامل یعنی پورن پرش ہو جاتا ہے۔
اسٹانگک یعنی آٹھ صفات کا غنی ہونا محسوس کیا تھا وہ آٹھ صفات
یہ ہیں۔ انگریزی میں۔

(۱) سمیک درشٹی۔ صحیح نظر (۲) سمیک کرمانت۔ صحیح اخلاق یا صحیح فعال
(۳) سمیک واچا۔ صحیح کلام۔ حق گوئی (۴) سمیک آجیو۔ صحیح روزگار یا صحیح معیشت
(۵) سمیک ویایا۔ صحیح ورزش یا جدوجہد کوشش (۶) سمیک سنکلپ۔ صحیح آرزو یا ارادہ
(۷) سمیک سمرتی۔ صحیح حافظہ یا یادداشت (۸) سمیک سمادھی۔ صحیح مراقبہ یا تصور

مطلب یہ ہے کہ دیوتا لوگ یا دیوکوٹی کے لوگ ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ عام لوگ مادّہ پرستی سے بر طرف ہو کر حق پرست ہو جائیں کیونکہ انہیں خوف ہے کہ اگر لوگ حق پرست ہو جائیں گے تو پھر دیوتاؤں کی پوجا کون کرے گا اسی لئے وہ انہیں مادّہ پرستی میں کوشش کے ساتھ پھنسائے رکھتے ہیں یعنی ہمیشہ گمراہ رکھتے ہیں۔

موکشو یا انہنیت کوٹی کے انسان دنیوی یا مادّی لذّتوں کو بالکل ہیچ اور پوچ سمجھتے ہیں کیونکہ دنیوی لذّت اور عیش و آرام وغیرہ دوسروں کو تکلیف پہونچائے بغیر میسر نہیں ہوتا جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک کا آرام دوسرے کی تکلیف پر۔ . . . . ایک کی آزادی دوسرے کی غلامی پر اور ایک کی زندگی دوسرے کی موت پر منحصر ہے وغیرہ وغیرہ دوسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ جس آرام و سکھ کے لئے آج ہم بڑی کوشش و سرگرمی کر رہے ہیں کل وہ ہمارے لئے معمولی ہو جاتا ہے اور اس سے بڑے سکھ کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس کے لئے ہم بےچین رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں بڑے بڑے گیانی اور عارف لوگوں کے دماغ میں نجات مکتی۔ سالوکیتی موکش اور نروان کا خیال پیدا ہوا اور اُسی کی تلاش ہونے لگی۔ اس سچائی کو محسوس کر کے اور دنیوی لذّتوں کو دُکھ اور تکلیف کا باعث سمجھ کر وہ لوگ تارک الدنیا ہو کر نجات اور سنجات کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ نجات وہ پرم شانتی ہے کہ جسے حاصل کرنے کے بعد کچھ اور حاصل کرنے کو باقی نہیں رہ جاتا ملک محمد جائسی نے

سمجھتے ہیں یہ لوگ دوسروں کو اپنے سے اوپر جانے دینا تو درکنار اپنے برابر بھی
ہونے پسند نہیں کرتے ہمیشہ اوروں کو اپنے پیچھے دبوچ کر رکھنا چاہتے ہیں
اُن کا کہنا ہے کہ ہمارے ماتحت ہو رہے گا وہ آرام سے رہے گا اور جو خلاف
ورزی کرے گا وہ سزا پائے گا۔ یہ لوگ اپنے ادھیکاروں اپنے عیش و آرام کو قائم
رکھنے اور ترقی دینے کے لئے بہت کچھ پوجا پاٹھ زکوٰۃ خیرات اور دان وغیرہ
کرتے ہیں اور اپنی خیرات سے دعائیں مانگا کرتے ہیں اس طرح کے لوگوں میں
دیوتا بھی شامل ہیں جیسا کہ تلسی داس جی نے اپنی راماین کے اتر کانڈ میں لکھا ہے

اندری ادوار جھروکھا نانا — تہنہ تہنہ بیٹھے کری تھانا
آوت دیکھیں بشیہ بیاری — تے ہٹھ دینہ کپاٹ اگیاری
جب سو پربھنجن ار گرہ آئی — تب ہیں دیپ وگیان بجھائی
گرنتھی نہ چھوٹی مٹا سو پرکاسا — بدھی بکل بھئی بشیہ بتاسا
اندریہ سرتہہ نہ گیانی سہائی — وشیہ بھوگ پر پریتی سدائی

ترجمہ: جسم میں حواس خمسہ کے جو تمام دروازے ہیں ہر ایک پر
دیوتا لوگ اپنا اڈا جمائے بیٹھے ہیں وہ لوگ جب لذات نفوس کی ہواؤں
کو آتے ہوتے دیکھتے ہیں تو فوراً لضد دروازے کھول دیتے ہیں اور جب اس ہوا
کا طوفان خانۂ دل میں آتا ہے تو شمع معرفت کو بجھا دیتا ہے عقدہ کشائی نہیں
ہوتی یعنی مادہ اور روح میں جو گتھی پڑی ہوئی ہوتی ہے وہ نہیں کھل پاتی
اور معرفت کی روشنی بجھ جاتی ہے سچ تو یہ ہے کہ حواس خمسہ کے دیوتاؤں کو
علم معرفت اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ لذات نفوس ہی سے انکو محبت ہوتی ہے۔

کبھی کہا ہو حسنؑ حسینؑ اور اُن کی اولاد کی تعظیم کرو۔ (ابن عساکر)

ان تمام روایات کی بنا پر ہر مسلمان خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ حسینؑ کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہے۔

بائیبل (انجیل) اور امام حسینؑ ۔ توریت۔ زبور اور انجیل کو اگر نظر انصاف سے دیکھو جس بدکاری، ظلم اور نا انصافی اور بے دینی کے وقت نبیوں اور پیغمبروں نے بے جگری سے مصیبتوں ظلموں اور تکلیفوں کو برداشت کیا ہے امام حسینؑ اپنے زمانے میں عرب کی بگڑی ہوئی بدترین حالت کے سدھارنے میں نبیوں اور پیغمبروں کے قدم بقدم چلتے رہے اور وہی رنگ ڈھنگ رہا جو انبیا کا تھا۔

حضرت موسیٰؑ فرعون کے ظلم سے بچا کر بنی اسرائیل کو نکال لائے امام حسینؑ نے اپنی شہادت سے کروڑ بندگان خدا کو یزیدیت سے بچا لیا۔

حضرت عیسیٰؑ نصاریٰ کے نزدیک سولی پر چڑھے۔ امام حسینؑ تنہا نہیں بہتر کے ساتھ جن میں ایک چھ ماہ کا بچہ شیر خوار بھی تھا راہ خدا میں قربانی دے رہے ہیں۔

اسی لئے اس شہادت پر نبیوں اور پیغمبروں نے خود بھی ماتم کیا ہے اور اپنی امتوں کو بھی ماتم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس موقع پر صرف یرمیاہ نبیؑ باب ۴۶ آیت ۱۰ کی پیشین گوئی ملاحظہ کیجئے۔ کیونکہ خدائے رب الافواج کے لئے اُتر کی زمین میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ مقرر ہوا ہے۔
(انجیل کی اصل عبارت انگریزی میں ملاحظہ ہو)

آں کی چادریں دین اس لئے امام حسینؑ کو اس فرض شناسی کی وجہ سے اہل
اسلام کے بہترین افراد یہ کہنے پر مجبور ہوئے۔

رباعی خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ — دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد و نداد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

نیز اسلامی مذہب کی متفقہ روایات سے کوئی مسلمان امام حسینؑ
کی بزرگی اور مقدس ہستی سے انکار نہیں کر سکتا وہ خدا کا برگزیدہ بندہ
جسکو خود رسولؐ کاندھوں پر چڑھاتے تھے (طبری)
جو سجدے میں پشت رسول پر سوار ہوا اور رسولؐ اس وقت تک سر سجدہ سے
نہ اٹھائیں جب تک کہ خود حسینؑ پشت رسول سے نہ اتریں۔ (امام حنبل طبرانی
ابن سعد)
جس کے بارے میں پیغمبر اسلام نے فرمایا ہو کہ حُسَینٌ مِنّی
وَاَنَا مِنَ الحُسَین۔
(ترجمہ) حسینؑ میرا مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں (طبرانی)
کبھی فرمایا ہو کہ خداوندا حسنؑ و حسینؑ کے دوست کو دوست
رکھ۔ (ترمذی ابن ماجہ۔
کبھی فرمایا ہو حسنؑ و حسینؑ کا دوست میرا دوست ہے اور
اُن کا دشمن میرا دشمن ہے۔ (ابن ماجہ)
کبھی کہا ہو جس نے میرے اہلبیت کو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی
(حافظ ابو نعیم)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ محترمہ جناب شہر بانوؑ

امام زین العابدینؑ علیہ السلام کا انتقال حالت زچگی میں ہو گیا تھا آپ کو
پرورش کرنے والی ایک کنیز تھیں جو عرب نہ تھیں مگر مورخ نے ان کو سندھ
کی رہنے والی بتایا ہے وہ امام کی والدہ کے نام سے موسوم تھیں اور امام
اُن کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دسترخوان پر اُن سے پہلے کبھی ہاتھ نہیں بڑھاتے
تھے اور امام بھی اُنھیں ماں کہکر یاد فرمایا کرتے تھے۔ (عرب و ہند کے تعلقات)

جناب زید شہید ابن امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ۔
آپ کی والدہ گرامی سندھ کی رہنے والی تھیں آپ کو جناب مختار علیہ الرحمہ
نے خرید فرما کر امام علیہ السلام کی نذر کیا تھا آپ حوریۃ السندیہ کے لقب سے
ملقب تھیں اور بھی بہت سے واقعات تاریخی ایسے ہیں جن سے عرب اور
ہند کے قدیم تعلقات پر روشنی پڑتی ہے اور ہند سے محمدؐ و آل محمدؐ کی دلچسپی
کا اظہار ہوتا ہے انھیں صرف طول کے خیال سے نظر انداز کیا جاتا ہے
اور یہی تعلقات تھے جن کی بنا پر جناب امام حسینؑ نے ہندوستان آنے کا
قصد ظاہر فرمایا تھا اور امام حسینؑ کی نسل اور ان کے تصورات زندگی
سے دلچسپی لینے والوں نے ہندوستان کی جگہ میں حصہ لیا اور اس سے
اپنا خلوص اس درجہ بڑھایا کہ زندگی میں اس کے سینہ پر شکست کے گل لالہ
کا چمن کھلایا اور ہمیشہ کے لئے اس کو اپنی آرامگاہ قرار دیا۔

باب چہارم

اب امام حسینؑ علیہ السلام کی زندگی اور اوصاف و کردار کو دنیا کے

بیٹی تھیں کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ حبش کی رہنے والی تھیں آپ کے پاس
اکسیر کا کچھ ذخیرہ تھا تانبے کو اسے پگھلا دیا اور اس کو اکسیر کے ذریعہ سونا
بنا کر حضرت امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں پیش فرمایا تھا صاحب [illegible]
السالکہ اور صاحب شارق الانوار نے حضرت فضہ کنیز جناب فاطمہ زہرا
کو ملکہ ہند کے نام سے موسوم کیا ہے اسے ہند کو فخر ہونا چاہیے کہ ہندوستان
سے ایک ایسی مقدس ہستی حضرت فضہ پیش کی گئی ہے جس کو حضرت سیدالشہداء
امام حسین علیہ السلام نے رخصت ہوتے وقت سلام کیا تھا قدیم زمانہ میں
ملک ہند کا جزو تھا ممکن ہے اسی سبب سے جناب فضہ ملکہ ہند کے نام سے
موسوم ہوئی ہیں۔

(نوشیروان عادل کی پوتی ہند میں)

تاریخ نادر راجستان میں لکھا ہے اور شری لالتا پرشاد میرٹھی نے بھی
اس کی تائید کی ہے کہ نوشیروان عادل کے بیٹے یزدجرد کی تین لڑکیاں تھیں
جن میں سے جناب شہر بانو امام حسینؑ کی اہلیہ محترمہ تھیں اور دوسری شاہ بانو
جن کا عقد محمد ابن ابی بکر خلیفہ اول سے ہوا اور تیسری ماہ بانو نامی ہندوستان
میں خاندان شاہان اودے پور [illegible] منسوب ہوئیں اور چندر رکھا کا
کے نام سے پکاری گئیں۔ یہ بھی پتا چلتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
کا ایک خط جو واقعہ کربلا کے بعد لکھا گیا ہے ریاست میں اب تک موجود محفوظ
ہے اور اس کا بڑا احترام کیا جاتا ہے۔

یادگار رہے (عرب و ہند کے تعلقات) اس چٹان کے نقش قدم اور حضرت خضر
کا غار دونوں چیزیں اسی ہند کی یادگار ہیں اور کوہ آدم اور آدم کا پل (دو
پہاڑیاں) جو ہند اور لنکا کے درمیان میں واقع ہیں) بین الاقوامی حیثیت کی
حامل ہیں حضرت آدم کی تشریف آوری بتلاتی ہے کہ مسلمانوں کا پہلا نبی
اسی ہند میں آیا اور یہی مقام مرکز ہدایت اسلام قرار پایا یہ ہمارا وہ ہادی
اور رہبر ہے جس نے اول خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تھی اور اسی نے عالم
کا قبلہ نما دنیا میں تعمیر کیا تھا۔ صحیفہ آدم حضرت ہی کی وہ پہلی کتاب ہے جس کا
اسی ہند میں وجود ہوا یا نازل ہوئی حضرت آدمؑ اسی ہند کی مٹی سے بنائے
گئے جن کا نام دکانی تھا اور خدا نے تمام لوگوں سے خلقت عبودیت کے لئے
اسی سرزمین ہند کو منتخب کیا جہاں تمام مخلوق نے اپنے خالق کی بزرگی کا اعتراف
کیا تھا حجر اسود حضرت آدمؑ جنت سے اپنے ہمراہ لائے تھے اور ہند سے [illegible]
خانہ کعبہ میں نصب فرمایا حضرت آدمؑ جنت سے ایک درخت کی شاخ بھی لائے
تھے اس کو زمین ہند پر لگایا گیا جس نے درخت کی شکل اختیار کر لی اور اسی درخت
کی شاخ سے عصائے موسیٰ علیہ السلام تیار کی گئی۔ کیا کہنا اس ارض مقدس کا
جہاں جنت کا تحفہ آئے اور اس سے معجزات کا ظہور ہو حضرت آدمؑ جب سرزمین
ہند پر آئے تو بوجہ تنہائی پریشان ہوئے تو حضرت جبرئیل نے آکر اذان کی تلاوت فرمائی
تھی اس سے واضح ہوا کہ ہند ہی وہ مقام ہے کہ جہاں اول خداوند عالم کی
بزرگی اور حضرت ختم المرتبت کی نبوت اور حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان ہوا اور
یہی وہ زمین ہے جہاں لا الہ الا اللہ کا پہلا اعلان ہوا ہے حضرت آدمؑ ای

یا نہیں تو یہاں قرآن، توریت، زبور اور خاص کر ہمارے رسول جناب محمد مصطفیٰؐ
اور اُن کے بھائی علی مرتضیٰؑ کا جلوہ نظر آتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ مکہ، مدینہ
کربلا اور مشہد کی یادگاریں (عتبات عالیات) پیش نظر ہو جاتی ہیں اور اولیاء
و اوصیا کی تشریف آوری بھی اس کے دامن میں ملتی ہے بلکہ اُن کی مقدس
آرام گاہیں اسی خاک مقدس پر نظر آتی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کتاب عرب و ہند کے تعلقات سے معلوم
ہوتا ہے کہ سراندیپ (لنکا) میں پہلا قدم حضرت آدم نے رکھا جس کا نشان اب تک
ایک پہاڑ پر موجود ہے (ابن جریر طبری)

ابن حاتم اور حاکم نے ہندوستان کی اس سرزمین کا نام دخنا لکھا ہے۔

قومی آواز لکھنؤ نے ۲۰ر جولائی ۸۵ء کے ایک مقالہ میں لکھا ہے کہ کتاب
المسالک مولفہ سنہ ۳۰۰ھ سے واضح ہوتا ہے کہ ایک نمایاں چوٹی جو ۷۳۴۲ فٹ
بلند ہے کوہ آدم کے نام سے تمام دنیا میں مشہور ہے جب حضرت آدمؑ جنت
سے آئے تو وہ یہی مقام تھا جہاں ان کے قدموں نے سب سے پہلے زمین کو
چھوا تھا سیلون یا لنکا جو بھی ہو اُس کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر پاؤں کا نشان
ہے اور خدا جانے کب سے یہ پاؤں کا نشان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز ہے (عرب
و ہند کے تعلقات)

حضرت خضر کا غار

اسی چٹان کے قریب حضرت خضرؑ کا غار دکھائی دیتا ہے جو ہمارے نبیؐ کی

ہیں اس کے کھونے کے ثبوت ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کو نام
ہند کہا جاتا ہے۔

وہ اشیاء جو عام طور پر ہند کے نام سے متعلق ہیں

عود ہندی، قلم ہندی، فولاد ہندی، تمر ہندی، ساز ہندی وغیرہ
صاحب بہجۃ المرجان نے آنحضرت کے چند اقوال تحریر کئے ہیں۔
مجھے ہند کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے۔
میں ہند کی طرف سے ٹھنڈی ہوائیں آتی محسوس کرتا ہوں۔

یہ ہے ہند کی مختصر تاریخ جس کے اندر وہ انوار ربانی کے جلوے نظر آتے
ہیں جو نور محمد و آل محمد سے متعلق ہیں اور جن کے سبب کائنات کا وجود ہوا
اور زمین و آسمان انہیں کی بدولت بنائے گئے یہی انوار پیشانی حضرت آدم
پر جلوہ گر تھے جن کے لئے سجدہ تعظیمی کا خدا کی طرف سے حکم ہوا تھا۔ وہ
ہمارے مورث اعلیٰ حضرت آدم ابوالبشر علی نبینا و آلہ [illegible] ذات والا صفات [illegible]
تک کچھ قیاسات پیش کئے گئے ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہند
کی شکل کچھ اور تھی اور وہ آسام سے کرد تک ایک ہی جغرافیہ رکھتا
ملک تھا جس میں غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عرب، شام، عراق، مصر، روس
ایران، کابل وغیرہ سب اسی ملک ہند کے ٹکڑے ہیں اور اب ہمارے کھادت
کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے یہ ملک اپنے دامن میں وہ تاریخی حقائق کا مال
لئے ہوئے معلوم ہوتا ہے جس سے بڑی بڑی تاریخوں کی تالیف ہو سکتی ہے

اور اہل ہند کی زبانوں میں ایسے الفاظ مشترک پائے جاتے ہیں جن سے ناظرین
نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ قوم ایشیا کے وسیع سبزہ زاروں میں اپنے مویشی لئے
خانہ بدوش پھرتی تھی۔

قدیم زمانہ میں جب ہندوستان، فارس، عرب اور مصر ایک ہی سلسلہ
کی کڑی تھے اور اہل تاریخ اس کو گوڈوانے کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ یہ
ایک ہی ملک کی حیثیت رکھتا تھا اور آسام سے مصر تک بقول پروفیسر پائینکا
ایم اے مصنف تاریخ ہند کہ چندرگپت کے بادشاہ ہوتے ہی ہندوستان
دنیا کے بین الاقوامی سلسلہ میں داخل ہوگیا پرانی دنیا کا یہ بین الاقوامی سلسلہ
مصر سے آسام تک پھیلا ہوا تھا مسٹر ٹاڈ تاریخ راجستان میں فرماتے ہیں
کہ سابق ہند اور مصر ایک ہی ملک تھا ہیرودتس مورخ یونان اور مسٹر ڈنل
اسکاٹ نے ہند اور مصر کے ایک ہی ہونے میں مسٹر ٹاڈ کی تائید کی ہے اور
والٹر ریلی نے بھی اس امر پر زور دیا ہے کہ ہندوستان بعد طوفان نوح جو آباد
ہوا تھا تو اس کی آبادی نواح اودھ سے شروع ہوئی تھی اس کے ماسوا بحیرۂ
اعظم جو بحر ہند کے نام سے راس کماری افریقہ و آسٹریلیا تک پھیلا ہوا
تھا ہند ہونے کی دلیل ہے جس میں قدیم زمانے سے اب تک نام کا ردّ و
بدل نہیں ہو سکا اور آج بھی ہند مہا ساگر کے نام سے ہندوستان کے
نیچے موجود ہے تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ اس ملک کا نام اصل ہند
تھا اسی وجہ سے اس کے نیچے کا سمندر بھی بحر ہند ہوا۔

سزاوار نہ تھا وہ بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب تھا خدا کی قسم میں اپنی بیخودی سے
مجبور ہوں جو ایسے کلمے اپنی زبان سے نکال رہا ہوں علیؑ کی محبت میرے دل پر نقوش
اور نقطوں کی طرح چھپ گئی ہے اس لئے میں ایسی خلافت کو جو غصب اور زبردستی
سے بلا استحقاق حاصل کی گئی ہو قبول نہیں کر سکتا اور نہ میں اپنے کو اس کا مستحق
پاتا ہوں ۔ اہل شام نے اس تقریر کو ناپسند کیا اور معاویہ بن معاویہ کو پکڑ کر
زندہ دفن کر دیا اس طرح ابوسفیان یعنی معاویہ کے باپ کی دلی تمنائیں اور
خواہشات ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئیں ۔

اس شعر میں تھوڑی ترمیم ضرورت کے لحاظ سے کر دی گئی ہے ۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے   اسلام کو حیات ملی کربلا کے بعد

اسلام کو غلط نظر سے نہ دیکھو حسینیت کی روشنی میں دیکھو پرکھو اور سوچو
کہ حسینؑ نے عین اس وقت جب کہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے
تھے راستے بند تھے آب و دانہ بند تھا بھوک اور پیاس کا غلبہ تھا تمام بھائی
بھتیجے بھانجے بیٹا اور دوست و احباب شہید ہو چکے تھے نیزے اور
تلواریں خون بہانے کے لئے بلند تھیں تیر برس رہے تھے اُن مسلمانوں کو
مخاطب کر کے فرمایا تھا جو آپ کے قتل کے لئے جمع تھے ۔

اے مسلمانو اگر تم مجھے راستہ دیدو تو میں ہندوستان چلا جاؤں ۔

ناظرین ذرا خیال فرمائیں کہ کیا ہندوستان میں اس وقت مسلمان آباد
تھے کیا یہاں اسلام پھیلا ہوا تھا ۔

نہیں ۔

یہی وجہ ہے کہ آج صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ دنیائے انسانیت اس کے عمل سے بیزار ہے۔

یزید میں اپنے باپ جیسی چالاکی اور فطرت نہ تھی۔ یزید عیش و نشاط کا دلدادہ مذہب سے لاپرواہ سلطنت کے انتظام اور حکومت کے کاموں سے غافل اور بے نیاز تھا اس نے اپنے دور حکومت میں چار ایسے زبردست کام کئے جو سب سے بڑا گناہ ہے جس کی وجہ سے آج تک بدنام ہے اور قیامت تک مستحق لعنت رہیگا۔

(۱) اپنے نبی کے نواسے امام حسین کا قتل۔

(۲) مدینہ منورہ کی لوٹ مار صحابہ زادیوں کی توہین۔ صحابہ زادوں کا قتل عام مسجد رسول کی بے حرمتی۔

(۳) خانہ کعبہ کی بے حرمتی اور اس پر قبضہ۔

(۴) شراب و زنا، رقص و سرود کے کاموں میں دلچسپی۔

مدینہ منورہ میں یزید کے لشکر نے فسق و فجور اور فساد عظیم برپا کیا۔ تین سو کنواری صحابہ زادیوں کے ساتھ ... زبردستی حرکات کی گئیں اور ان کی عصمت کو خراب کیا گیا ... ہزار ... قتل کر ڈالے گئے سات سو قاری قرآن ذبح کئے گئے اور تین دن تک مدینہ منورہ لٹتا رہا۔

مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ پر چڑھائی کی گئی۔ اور اس کے پردوں میں آگ لگا دی گئی اور منجنیق سے بڑے بڑے پتھر پھینک کر اسے تباہ اور برباد کیا گیا۔

غضب خدا کا یزید نے ماں، بہنوں، پھوپھیوں اور بیٹیوں کو حلال کر دیا تھا۔ شراب جائز تھی۔ نماز روزے سے کچھ واسطہ نہ تھا۔

جوان بیٹے کے سینے پر نیزہ لگا اف نہ کی چھ ماہ کے علیؑ اصغر تیر کا نشانہ بنے ماتھے پر شکن
نہ آئی قاسمؑ نے قبائے گلگوں پہنی امام نے خدا کا شکر ادا کیا۔ عباسؑ کی آواز کانوں
میں آئی تو کمر کو تھام لیا اکبرؑ کے غم نے آنکھوں کی روشنی چھینی تو عباسؑ کے صدمے
نے کمر توڑ دی چلنا دشوار ہو گیا۔ راستے سیاہ ہو گئے مگر حسینؑ کے استقلال میں
ذرہ برابر فرق نہ آیا یہ فاطمہؑ کی گود کا پالا ہوا شبیر امتحان کی منزلیں بہت ہی جواں
مردی سے طے کرتا ہوا چلا گیا یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ خود گھوڑے سے زمین
پر گرے جب نظر خیمہ گاہ کی طرف گئی تو دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بی بیوں کا رونا اور
بچوں کی فریاد کانوں تک پہنچی کبھی اکبر کو پکارا کبھی عباسؑ کو آواز دی جب بالکل
مایوس ہوئے تو اپنے نانا سے فریاد کی نماز کا وقت آیا سر سجدے میں جھکا دیا شمر نے
سینے پر سوار ہو کر قتل کیا۔ اور اس بات کا ثبوت دیا کہ انسانیت حد درجہ گر چکی
ہے اسی پر اکتفا نہ کی امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سیدانیوں کے خیموں میں آگ
لگا دی۔ سروں سے چادریں چھین لیں۔ بچوں کے طمانچے مارے ایک بیمار کو
بیڑیاں پہنائیں۔ فاطمہؑ کی بیٹیوں کے ہاتھ رسی میں باندھے گئے اور ان کو در بدر
پھرا گیا۔ لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے اور حسینؑ کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کیا گیا۔
حضرات - میرا ارادہ واقعہ کربلا بیان کرنے کا نہ تھا آپ اس سے بخوبی
واقف ہیں میرے کہنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ یزید اپنے مشن میں ناکامیاب رہا۔
رسولؐ کا گھرانہ برباد کر دیا چند ساعت میں بہتر خون کئے مگر حسین سے
بیعت لینے میں ناکامیاب رہا۔
حسینؑ نے اگر بیعت سے انکار کیا تو دم آخر اپنے ارادے میں ثابت قدم

کرنا ہوتی تو ساتھ نوجوان سپاہیوں کی فوج لے کر چلتے۔ تیر و کمان لیتے اور
اور طرح طرح کے ہتھیار ساتھ رکھتے سیدانیوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو ساتھ
نہ لاتے امام حسینؑ کا اس بیکسی و غربت کی حالت میں کربلا آنا خبر دیتا ہے کہ
وہ انسانیت کو بلند کرنے آئے تھے امن و امان کا پیغام دینے آئے تھے
مگر وہ ایسے لوگوں میں آکر گھر گئے جہاں انسانیت مفقود ہو چکی تھی جہاں جینے کا
اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی کہ ذلّت کی زندگی بسر کی جائے مگر حسینؑ نے
اسے گوارا نہ کیا اُن کا قول تھا کہ ذلّت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے اور
اسے ثابت کر دکھایا انسانی کردار کو بلند کرنے اور باطل کو ختم کرنے کے لئے
ایسی قربانیاں پیش کیں جن کی مثال ناممکن ہے۔

حضرت ابراہیم نے بھی قربانی پیش کی مگر حکم الٰہی سے اسمٰعیل قتل ہونے
سے بچ گئے[1] اور اُن کے بجائے گوسفند ذبح ہو گیا۔ مگر مادرِ اسمٰعیل کو اس سانحہ
سے اتنا رنج ہوا کہ رو رو کر دنیا سے رخصت ہو گئیں مگر حسینؑ کا امتحان اس سے
کہیں زیادہ کٹھن تھا اُن پر آلام و مصائب کی انتہا ہو گئی حقیقت یہ ہے کہ جتنا
مرتبہ بلند ہوتا جاتا ہے قدرت نیک اور عبادت گذار لوگوں کا امتحان ضرور
لیتی ہے کسی پر رزق کم کر دیتی ہے کسی کے جسم کو کیڑے کھا جاتے ہیں کسی کے سر پر
آرا چلتا ہے کسی کے نوجوان بیٹے مر جاتے ہیں مگر اللہ رے حسینؑ کی ذات عالی کہ اس
ایک ہستی نے یہ تمام امتحانات چند گھنٹوں میں دیئے یزید نے پانی بند کر دیا استقلال
میں فرق نہ آیا ننھے بچوں اور بھائیوں کی پیاس بڑھتی گئی امام کا حوصلہ بلند
ہوتا گیا یہاں تک کہ دس محرم کو حسینؑ کا صبر و استقلال انتہا کو پہنچ چکا تھا

[1] یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ ادارہ

یاد رہے کہ بیعت کا تعلق دل سے ہے جب دل کو پورا اطمینان ہو جائے
اور ضمیر کہے کہ فلاں کی بیعت کر لینا چاہیے تو بیعت بیعت ہے بیعت کے لئے
تشدد نہیں کیا جاتا اور اگر تشدد سے بیعت کوئی کر بھی لے تو وہ بیعت بیعت
نہیں رہتی ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے مگر یزید اس
معمولی بات کو بھی نہ سمجھ سکا اور حکم دیا کہ امام حسینؑ اگر بیعت نہ کریں تو تشدد
کیا جائے کہ وہ بیعت پر مجبور ہو جائیں یہ وہی یزید تھا جو رسول اللہ کا کلمہ پڑھتا
تھا اور جانتا تھا کہ رسول کو اپنے اس نواسے سے کتنی محبت تھی ابھی رسولؐ کو
انتقال کئے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے فوج یزید میں بہت سے ایسے
زندہ تھے جنہوں نے حسینؑ کو رسول کے کاندھوں پر دیکھا تھا اور ان کو یہ کہتے
سنا تھا کہ حسین منی و انا من الحسین یعنی حسین مجھ سے ہے اور میں
حسینؑ سے ہوں مگر یزید نے ان چیزوں کو فراموش کر دیا انسانیت اتنا گرتی چلی گئی
کہ وہ حسین کا خون بہانے پر آمادہ ہو گئی۔

واقعات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حسینؑ کسی صورت سے لڑائی نہیں
چاہتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے یزید سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ان کا رہنا
اسے ناگوار ہے تو وہ ملک ہند کی طرف چلے جائیں اگر امام لڑنا چاہتے تو
دسویں محرم تک انتظار نہ کرتے جب ساتویں تاریخ سے پانی بند ہوا تھا
اُسی روز جنگ شروع کر دیتے مگر اُن کا بھوکا اور پیاسا خاموش رہنا
پتہ دیتا ہے کہ امام حسینؑ امن و امان چاہتے تھے اپنی طرف سے کسی ایسی جنگ
کی ابتدا کرنا نہیں چاہتے تھے جو انسانیت کے خلاف ہو اگر ان کو جنگ

کٹوا دیتے ہیں نظروں کے سامنے گھر کا گھر لٹ جاتا ہے مگر ایمان میں فرق
نہیں آتا جوان بیٹے نظروں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں عمر بھر کی
کمائی چند لمحوں میں برباد ہو جاتی ہے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے مگر صبر
کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا اور پیشانی سجدے میں جھکی رہتی ہے یہ وہ سبق
ہے جو امام حسینؑ کی شہادت سے ہمیں ملتا ہے انھوں نے یہ ثابت کر دیا
کہ دنیا کے مصائب چاہے وہ اپنے وطن والوں کے سبب سے ہوں اور چاہے
اپنے عزیزوں کی وجہ سے ان کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنا چاہیے مصیبتیں
مقابلہ کرنے ہی سے حل ہوتی ہیں مصیبتوں سے ڈر کر یا گھبرا کر جان بچانا
یا بھاگ جانا انسانیت کا خون کرنا ہے۔

امام حسینؑ کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا کہ اگر راستہ سیدھا ہو
اور ایمان میں پختگی ہو تو جان دینا آسان ہو جاتا ہے اکثر لوگ یہ کہہ دیتے
ہیں کہ یزید سیاست دان تھا اور امام ان رازوں سے واقف نہ تھے
ورنہ وہ آسانی سے خود کو بچا لیتے اور زندہ رہ کر لوگوں کو تعلیم دیتے اس موقع
پر میں یہ کہوں گا کہ یہ لوگ امام حسینؑ کو سمجھتے ہی نہیں امام حسینؑ جیسا سیاست
دان تو نہ پیدا ہوا ہے اور نہ ہوگا اُن کی شہادت ان کی سیاست کا ایک سنہرا
ورق ہے جو تا قیامت دنیا کو حقیقی سیاست کا سبق دیتا رہے گا۔

حسینؑ کا مقصد یہ تھا کہ وہ یزید جیسے جھوٹے اور ریاکار کی بیعت نہ
کریں اور انسانیت کو زندہ رکھیں اور یزید کا ارادہ یہ کہ حسینؑ اسی کی بیعت
کرنے پر مجبور ہوں تاکہ اس کے عیش و عشرت جام و سبو میں فرق نہ پڑنے پائے۔

اس کمیٹی کا یہ سب سے اہم اور بے مثل کام ہے خدا کرے کہ حسینؑ ڈے کمیٹی تا قیامت
قائم رہے اور امام کی یادگار ہر سال تازہ کر کے دنیا کو راہ راست پر چلنے کی دعوت
دیتی رہے۔

حضرات۔ آجکل کا زمانہ بہت نازک ہے ظاہر طور پر گو زمانہ ترقی کر رہا ہے
لیکن لوگوں کے کردار دن بدن گرتے جا رہے ہیں۔ اس زوال کا سبب یا تو غلط
رہنماؤں کی پیروی ہے یا طریقہ تعلیم کا غلط ہونا ہے اور اب تو زمانے کی یہ حالت
ہو گئی ہے کہ اچھے بُرے کی پہچان ہی نہیں رہی مختلف ادارے مختلف اُستاد سب
کے خیالات جُدا سب کا طریقہ تعلیم مختلف ترقی ہو تو کہاں سے ہو نتیجہ یہ کہ انسانیت
آہستہ آہستہ فنا ہو رہی ہے بغض و عناد بڑھ رہے ہیں حسد کی آگ ہر سینے میں بھڑک رہی
ہے ذرا ذرا سی بات پر لڑائی معمولی معمولی باتوں پر فساد چھوٹی چھوٹی باتوں پر خون
یہ ہماری تعلیم اور تربیت کے نتائج ہیں اور غلط لیڈری کے اثرات۔

آیئے۔ مذہبی تعصب کو چھوڑ کر حسد کی دنیا سے دور چلیں اور ایسے رہنماؤں
کی زندگی پر نظر ڈالیں جنہوں نے دنیا کو امن کا پیغام دیا۔ جنہوں نے انسانیت
کو بلند کیا اور نقش باطل کو مٹانے کیلئے ایسی قربانیاں پیش کیں جن کی مثالیں
ملنی مشکل ہیں۔ اس وقت میرا مطلب رسول اسلام کے نواسے علیؑ و فاطمہؑ
کے لاڈلے بیٹے امام حسینؑ سے ہے۔ امام حسینؑ کے بارے میں کچھ کہنا یا
لکھنا محض آفتاب کو چراغ دکھانا ہے وہ معصوم اور بے مثل امام جو
علیؑ و فاطمہؑ کی آغوش میں پلا ہو جس کے لئے خود رسولؐ ناقہ بنا ہو اور جس کی
خدا خود تعریف کرتا ہو۔ انسان کی کیا مجال کہ اس کے بارے میں کچھ کہہ سکے۔

(انجمن عابدیہ الہ آباد کے محرمی جلسے میں ۲۰ اکتوبر سنہ ۸۵ء مطابق ۷ محرم سنہ ۱۳[illegible]ھ کو تقریر فرماتے ہوئے کہا)

واقعہ کربلا میرے لئے بچپن سے اک کشش رکھتا ہے جب میں تاریخ کا ایک طالب علم تھا اس وقت سے اس واقعہ سے متاثر ہوں دنیا میں ایسے واقعات ہوئے جو تاریخی حیثیت سے بہت اہم ہیں لیکن امام حسینؑ اُن لوگوں میں ہیں جنہوں نے تاریخ کا رخ پلٹ دیا تاریخ بنائی اور دنیا کو انسانیت کا وہ لافانی درس دیا جو آج بھی ویسا ہی تازہ ویسا ہی زندہ ہے جیسا کہ تیرہ سو برس پہلے تھا ۔

واقعہ کربلا کو یاد کرنے کے بعد ایک انسان ہونے کی حیثیت سے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے لیکن میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ واقعات ایسے نہیں ہیں کہ آپ اُن کو ایک رسمی طور پر ہر سال منا لیا کریں بلکہ آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ واقعات ہم کو کیا سبق دیتے ہیں میں آپ لوگوں سے یہ کہوں گا کہ آپ لوگ اپنے میں یہ محسوس کیجئے کہ آپ نے واقعات کربلا سے کیا سبق لیا اور اس پر کس قدر عمل کیا ۔ (آپ نے سلیس اُردو میں تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ۔)

آپ میں ایک طبقہ ایسا ہے جو امام حسینؑ کو صرف اپنے ہی تک محدود کرتا ہے لیکن حسینؑ سب کے ہیں حسینؑ نے انسانیت کو زندہ کیا اور یزیدیت کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا مجھے اس موقع پر اپنے پرانے دوست محمد علیؒ مرحوم کی اور اُن کے شعر کی یاد آگئی کیا خوب کہا تھا کہ ۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے ۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

آج ہم آپ اور زمانہ ایک انقلابی دور سے گذر رہا ہے ہم آپ سب کا

کرنا پڑتا اور ملّت اسلامی کو ایک گمراہ رہنما کی تقلید پر مجبور ہونا پڑتا۔ امام مظلوم نے ہمارے سامنے فرض شناسی اور راہِ حق میں ایثار و قربانی کی ایک عظیم الشان مثال قائم کر دی ہے۔

(۳۱) پنڈت گووند بلبھ پنت سابق وزیر اعلیٰ حکومت ہند | امام حسینؑ کی ذات اس محیط ظلمت میں ایک ستارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے جب کبھی انسان کے لئے ان لافانی خوبیوں کے تحفظ کا موقع آ جائے گا جو انسانی تمدن کا جزو لاینفک ہیں اس وقت یہی شہادتِ حسینیؑ اسے بڑی بڑی دشواریوں کا مقابلہ کرنے کی تاب و طاقت دے گی۔

(۳۲) بابو سمپورنانند سابق وزیر اعلیٰ یو پی | ہمارے مذہبی اعتقادات کچھ بھی ہوں لیکن ہم سب شجاعت، علوی مقاصد اور ایثار کے واقعات کو ممدوح نظر سے دیکھتے ہیں اور ان سے سبق حاصل کرتے ہیں اس عام نظریے سے امام حسینؑ قومی ہیرو کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۳۳) پروفیسر شیلوچن سہا متندری | امام حسینؑ نے ہندوستان کو اس وقت یاد کیا تھا جبکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا نام بھی نہ تھا اس وقت حسینؑ نے ہندوؤں کے مہمان ہونے کی خواہش کی تھی یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں اہلِ ہنود بڑی عقیدت سے امام حسینؑ کا تعزیہ بھی رکھتے ہیں اور مجلس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ برہمنوں کا ایک

(۲۷) جسٹس سر سلیمان مرحوم (گولڈن ڈیڈس آف حسینؑ میں ان الفاظ سے فرماتے ہیں) آج دنیا میں ایک مسلمان بھی اب نہیں جو امام مظلوم کی شہادت کے اندوہناک واقعات کو سُنکر یا پڑھکر اپنے آنسوؤں پر قابو پا سکے حضرت امام حسینؑ کی شخصیت کو ہر عہد کے مسلمانوں سے محبّت و عقیدت کا خراج ملتا رہا ہے اور ان کا نام اسلامی تاریخ کے شہداء کی فہرست میں سب سے اونچا رہا ہے اور رہے گا۔

(۲۸) مسٹر محمد علی جناح مرحوم سابق صدر آل انڈیا مسلم لیگ بانی پاکستان

امام حسینؑ علیہ السلام سے بہتر اور روشن تر مثال دنیا میں نہیں پیش کی جا سکتی اس لئے کہ وہ مجسم تھے محبت اور بہادری کا اور پیکر تھے قربانی اور ایثار کا ہر مسلمان کو بالخصوص ان کی زندگی سے سبق لینا چاہیئے اور ان کی پیروی کرنی چاہیئے۔

(۲۹) بابو پرشوتم داس ٹنڈن جی سابق اسپیکر اسمبلی یوپی (شہادت امام حسینؑ میرے لئے ایک انسپریشن رکھتی ہے۔

(۳۰) ہز اگزالٹڈ ہائینس میر عثمان علی خان نظام حیدر آباد دکن (کے پیغام ۱۳۶۱ھ میں فرماتے ہیں) تیرہ سو برس ہوئے حضرت امام حسینؑ اپنے وفاداروں اور جان نثاروں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ رضائے الٰہی پر راہ حق میں قربان ہو گئے۔ اگر وہ ظلم و جور کا اس طرح مقابلہ نہ کرتے تو دین محمدی کو اس سے کہیں زیادہ صدمہ [illegible]

ظالم اور مظلوم باقی رہیں گے اور جہاں کبھی حق و صداقت جبر و ظلم سے برسر پیکار ہوگی وہاں حسینؑ اور یزید کو یاد کیا جائے گا۔ ہر دور میں یزید پیدا ہوتے رہیں گے لیکن حسینؑ جیسا صداقت پسند بلند سیرت کا انسان اب پیدا نہ ہوگا امام حسینؑ کے اصول کی ہمہ گیری ایک واقعہ ہے جس پر تمام قوموں کے اتحاد کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

(۲۵) دستور کیخسرو مہیار کٹور پیشوائے اعظم فرقہ پارسی بمبئی اگر شہدائے اعظم کی

قربانیاں نہ ہوتیں اور دنیا اخلاق و مذہب و صداقت سے نا آشنا رہتی دنیا اُن شہداء کی ممنون ہے جنہوں نے موت کو ذلّت پر ترجیح دی امام حسینؑ اُن شہداء میں سے ہیں جنہوں نے انسانیت کی خدمت کے لئے جان دی ہم کو اُنکی یاد اپنے عمل سے منانا چاہیئے اور اُن کی قربانی سے سبق لینا چاہیئے

(۲۶) کپتان ایل۔ ایچ بنٹ جے۔ پی۔ ڈپٹی کلکٹر یو۔ پی آپ نے ایک کتاب ۱۹۳۰ء میں لکھی تھی اُس میں منجملہ اور مضامین کے ایک مضمون محرم اور تعزیہ داری پر ہے۔ اس میں تعزیہ داری کا ذکر کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

اس طرح دنیائے اسلام اس واقعہ کی یاد مناتی ہے جو نہائت ہی درد ناک تھا اور تاریخ میں بے نظیر خصوصاً اس وجہ سے کہ جام شہادت پی کر آپ نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے محو ہونے سے بچا لیا اس کے بعد موثر طور پر واقعہ کربلا کا ذکر کیا ہے)

(۲۲) بابو راجندر پرشاد سابق صدر نیشنل کانگریس (صدر جمہوریہ ہند) کربلا کا واقعہ شہادت انسانی

تاریخ کا وہ واقعہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا اور جو دنیا کے کروڑوں مردوں اور عورتوں کی زندگی پر اثر ڈالتا رہے گا ہندوستان میں اس واقعہ کی یادگار بڑی سنجیدگی سے منائی جاتی ہے جس میں نہ صرف مسلمان حصہ لیتے ہیں بلکہ غیر مسلم افراد بھی مساویانہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔

(۲۳) پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری یونیورسٹی الہ آباد امام حسینؑ کا نام اس وسیع دنیا کیلئے کروڑوں انسانوں کیلئے آب حیات ہے اس نام نے ہمیشہ میری آنکھیں اشک آلود کی ہیں حسینؑ کی بلند اور پاکیزہ سیرت محسوس کئے جانے کی چیز ہے ایسے الفاظ کا پانا آسان نہیں جو ان کے کردار کے مکمل مظہر ہوں۔ یوں تو ان کی سیرت و روحانیت اور آنسوؤں کی سب سے زیادہ تابناک روشنی ہیں کربلا (کربلا) کے اندر چمک دکھائی دیتی ہے لیکن جو لوگ حسینؑ کی زندگی سے کربلا میں شہادت واقع ہونے سے پہلے واقف ہیں ان کیلئے اس زندگی کی بیداغ اور استوار پاکیزگی اسکی بشریت اس کا خلوص اور وقار سچ کی عجیب اور سخت امتحان کے مقابلہ کی طاقت یہ باتیں اتنی نمایاں ہیں کہ بلا لحاظ مذہب و ملت ہر فرد بشر سے پرجوشی خراج عقیدت حاصل کرنے کا مطالبہ حاصل کرتی ہیں۔ ایسے ہیرو روز نہیں پیدا ہوا کرتے وہ بڑے خدا رسیدہ رشیوں اور شہیدوں کے ہم پلہ ہیں ان کا نام اور اُن کا کام اُن کی زندگی اور موت کے واقعات ان نسلوں کی روحیں بیدار کرینگی

کے سپرد کیا جائے مگر ہمیں تعجب نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ جلسہ اس مجسمہ ایثار و قربانی کی
یادگار منانے کیلئے منعقد کیا گیا ہے جنہوں نے اپنی بے نظیر قربانی اور ایثار سے دنیائے
انسانیت پر زبردست احسان کیا ہے۔

(۲۰) **سر رادھا کرشنن وائس چانسلر** ہندو یونیورسٹی بنارس (نائب صدر جمہوریہ ہند) امام حسینؑ نے اپنی
قربانی اور ایثار سے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ حق و صداقت کو زندہ اور پائندہ
رکھنے کے لئے ہتھیاروں اور فوجوں کے بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی
حاصل ہو سکتی ہے انہوں نے دنیا کے سامنے ایک بے مثال نظیر پیش کی ہے
آج ہم بہادر جان فدا کرنے والے اور انسانیت کو زندہ کرنے والے عظیم الشان
انسان کی یادگار مناتے ہوئے اپنے دلوں میں فخر و مباہات کا جذبہ محسوس کرتے
ہیں۔ امام حسینؑ نے ہمیں بتا دیا کہ حق و صداقت کیلئے سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے

(۲۱) **مسٹر بی۔ جی کھیر سابق وزیر اعظم بمبئی** امام حسینؑ نے ہمیں جو سبق سکھایا ہے وہ ہماری زندگی کے لئے
چراغ کا کام دیتا ہے یہ آسان بات ہے کہ حق و سچائی کیلئے اپنی جان دیدی جائے
مگر یہ کام مشکل ہے کہ ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ میں چند گنے چنے ساتھیوں
اور رشتہ داروں کو قتل ہوتا ہوا اور گھروں کو لٹتا اور برباد ہوتا ہوا دیکھیں انہوں
نے تیرہ سو سال قبل جو سکھایا تھا وہ سبق آج تک ہم سیکھنے کی کوشش کر رہے
ہیں امام حسینؑ صرف مسلمانوں ہی کے نہیں ہندوؤں کے بھی ہیں۔ اور ہندو مسلم
ان کے نقش قدم پر چلکر ظلم و ستم کے خلاف سینہ سپر ہو سکتے ہیں۔

کی طرح کشتیٔ دل کو ولائے اہلبیت کے بحرِ ذخار میں بہا لے گیا۔ مولانا کی آواز
دلوں میں اتر جاتی تھی اور ہمہ تن سامعین کی روحیں ناقابل بیان حالت میں
نہ معلوم کس عالم کی طرف پرواز کر رہی تھیں اُس وقت زنانہ سراپردہ سے
لے کر سڑک کے اس پار سبیلوں تک کی مخلوق دنیا ومافیہا کو بھولی تن بدن
سے بے خبر تھی۔ تھوڑا سا بیان مجلس سنکر ادنیٰ اعلیٰ کے آنسو جاری ہو گئے
تھے جس وقت مولانا نے حضرت مسلمؑ کے صاحبزادوں کے راستہ بھولنے کا
تذکرہ کیا۔ مہاراجہ نے یا علیؑ کا ایک نعرہ لگایا اور اندر باہر وہ کہرام ہوا کہ
قیامت آگئی اس وقت نہ کوئی راجہ تھا نہ سردار فلک زدوں کی طرح بے شمار
انسان ڈاڑھیں مار مار کر عرش کا پایہ ہلائے دیتے تھے اس طرح کہ راجہ
رانی مہارانی ہندو مسلمان۔ وردیاں پہنے ہتھیار سجائے سپاہی پیادے
سب کے سب اپنی اپنی تکلیف سے بیقرار ہیں دُنیاوی حفظ و مراتب اور چھوٹے
بڑے کا لحاظ خاک میں مل گیا۔ ہر متنفس آزادانہ دل کی بھڑاس نکال رہا تھا
انتہا ہے کہ زنانی بارگاہ سے ان داتا حسینؑ ہائے حسینؑ پکار پکار کر رانیاں
اور بائیاں مرہٹی زبان میں بین کر کے روتی تھیں کتنی ہی نازو نعم سے پلی ہوئی
بائیوں پر غشی طاری ہو گئی مہاراجہ سیندھیا تعزیہ کے رخ ہائے حسینؑ کہہ کر زمین
پر گر پڑے بہت سے مرہٹہ سردار مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے اور رونے
سے جی سیر نہ ہوتا تھا۔

ویسے تو مولانا میں خدا کے فضل سے کوئی کسر نہیں لیکن آخر انسان ہیں۔
اس رنگ سے خود بھی ایسے متاثر ہوئے شاید کبھی نہ ہوئے ہوں گے۔ خدا جانے

مولانا ابوالخیر صاحب کو گوالیار بلا لیا گیا اور اُن کے بیان کے لئے آٹھویں تاریخ قرار پائی مولانا کی آمد پر اُن کے بیان کا چرچا تو گھر گھر ہو ہی رہا تھا آٹھویں تاریخ کو خلق خدا نے کمپو کوٹھی کے میدان میں ہجوم کیا خدا بہتر جانتا ہے کہ وہاں کتنی تعداد تھی بہر حال جدھر نظر ڈالئے رنگ برنگ انسانوں کا سمندر موجیں مارتا دکھائی دیتا تھا سڑکوں پر دورویہ لانسرز (رسالوں) کے سوار تعینات تھے باقاعدہ وردی پہنے ہوئے پلٹنوں کے جوان امام باڑے کے چاروں طرف کھڑے کر دئے گئے تھے یہ سب رونق کے لئے زائرین کو روکنے کے لئے نہیں جو جہاں تک پہونچ گیا کسی کی مجال نہیں جو ایک انچ ہٹا دے۔

امام باڑے کی پشت پر زنانی بارگاہ میں جیواجی مہاراج اور مہاراجوں کے علاوہ معزز بی بیاں (سردارزادیاں) جمع ہوگئیں۔ تعزیہ کے آگے درباری قاعدے سے مہاراجہ مع مہاراجیان مودب دوزانو بیٹھے کوئی آٹھ بجے رات کو درود اور فاتحہ کے بعد جناب مولانا صاحب کا بیان شروع ہوا یہ سید الشہداء کا معجزہ تھا کہ اسقدر مجمع ہونے کے باوجود فاتحہ کو ہاتھ اٹھتے ہی یہاں سے وہاں تک جیسے سانپ سونگھ گیا۔ ایکدم خاموشی چھا گئی کچھ جوہر ذاتی کچھ ماحول کا اثر اور سب سے بڑی بات یہ کہ واقعات کربلا کا بیان معتقدین کی مجلس اور مہاراجہ گوالیار کی موجودگی میں شاید اس سے پہلے اور اس کے بعد مولانا صاحب کو یہ بات نصیب ہی نہ ہوئی ہوگی بس یوں کہئے۔

فصاحت و بلاغت کا ایک دریا اُمڈا اور ایک ایک لفظ طوفانی موجیں

کرتا ہوں جس سے عقیدے کی سچی تصویر سامنے آکر محبّان اہلبیت کے دلوں پر رقت طاری ہو جائے۔

ہر شب سرکاری امام باڑہ میں مرثیہ و سوزخوانی کی مجلس منعقد ہوا کرتی ہے جن میں صرف مقامی ذاکرین ہی نہیں بلکہ لکھنؤ۔ آگرہ۔ دھولپور اور دیگر مقامات کے صاحب کمال بھی مدعو کئے جاتے ہیں جو سال کے سال مجالس پڑھکر انعام و اکرام سے مالا مال ہو کر اپنے اپنے وطن کو واپس جاتے ہیں۔

اس قسم کی مجالس تو خیر ہمیشہ ہی ہوا کرتی ہیں۔ ایک سال مہاراجہ دھولپور سیر و شکار ریاست باہر گئے ہوئے تھے۔ اتفاقاً کسی مقام پر خان بہادر شمس العلماء جناب ابوالخیر صاحب فصیحی غازی پوری ان کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ باتوں باتوں میں محرم کا ذکر آگیا۔ مہاراجہ نے کہا۔

مولوی صاحب گو میں صدق دل سے امام حسینؑ پر اعتقاد رکھتا ہوں اور میری تعزیہ داری سے سب واقف ہیں لیکن افسوس مجھے ابتک کربلا کے صحیح حالات نہ معلوم ہوسکے مہربانی فرما کر ذرا آپ مجھے بتائیں کہ وہاں کیا ہوا تھا۔ مولانا نے جواب دیا۔

مہاراج۔ بڑی داستان ہے اتنے سے وقت میں کیا بیان کروں میں اس کا عشر عشیر بھی عرض نہ کرسکوں گا ہاں اگر مرضی ہو تو محرم بھی کچھ دور نہیں اس وقت یاد فرمائیے گا جتنا کچھ میرے امکان میں ہے تفصیل وار ظاہر کردوں گا۔ اس بات سے مہاراجہ خوش ہو گئے اور مولانا صاحب سے پکا وعدہ لے لیا کہ اب کی مرتبہ آپ گوالیار میں محرم کیجئے۔ محرم کے کچھ دن باقی تھے کہ خط و کتابت کر کے

مولانا ابوالخیر صاحب فصیحی غازیپوری کی کیفیت

ہوئیں اور امام باڑوں کے پردے اٹھا دیے گئے میری موجودگی تک وہاں
یہ دستور تھا کہ پہلی تاریخ سے مہارانیاں وغیرہ فقیری لے کر سبز لباس پہن
لیتی تھیں۔ اس دوران میں دیگر ریاستی کام سب بند رہتا ہے دن رات
سوائے تعزیہ داری اور رسم کی دوڑ دھوپ کے اور کچھ کام نہیں ہوتا تھا
کیسا عجیب نظارہ ہوتا ہے کہ دور دور سے لوگ گروہ در گروہ یا حسینؑ
کے نعرے لگاتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ بندوقوں کے فیروں کے ساتھ
عقیدت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی۔ خدائی کا غل۔ جے ہو امام صاحب بابا کی
موتی والے کی کاڑی اٹل ہر سال علاوہ ریاست کے دور دور کے حافظ اور
ذاکرین بلائے جایا کرتے تھے حافظ جی قرآن سے تلاوت کرتا بعد ختم صوم انعام
و اکرام کے ساتھ اسی کو دیدیا جاتا تھا دوسرے سال پھر حافظوں کے لیے
نئے قرآن شریف منگائے جایا کرتے تھے۔

سرکاری امام باڑہ ہر روز نئے اسلوب پر سجایا جاتا تھا یعنی جو آرائش
آج ہے وہ کل نہ ہوگی جو کل تھی وہ پرسوں نہ ہوگی وہ امام باڑہ کیا سید الشہدا
امام حسینؑ کا شاہی دربار کہیے جہاں مہاراجہ گوالیار سا جلیل القدر رئیس
فقیری لے کر ادنیٰ سپاہی کی طرح مارا مارا پھرتا تھا جب مسلمان امام باڑے
میں فاتحہ پڑھنے تو ہندو سردار اور ہندو حاضرین نہایت ادب سے ہاتھ جوڑ کے
کھڑے ہو جاتے تھے گویا در اصل شہنشاہ سامنے جلوہ افروز ہے اور رعب جلال
سے جنبش نہیں کر سکتے ان امام باڑوں کی آرائش میں الجھ جاؤں تو خوف
ہے کہ کتنے ہی صفحے ختم ہو جائیں گے لہذا یہ تذکرہ یہیں چھوڑ کر ایک ایسا ذکر

ہوئے ہندو مسلمان کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا قدم قدم پر سبیلیں لگ جاتی
ہیں۔ امام باڑوں کی آرائش ایسی کہ دیکھنے والوں کے اوسان خطا ہو جائیں
تینوں بستیوں میں یا علیؑ یا حسنؑ یا حسینؑ کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا۔
محرم شروع ہونے والے سال تو آپ جانتے ہیں کہ روا روی میں کیا
ہو سکتا ہے بیچاروں کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ کہاں تک
تکلف کرتے بس امام کا سویم ختم ہوتے ہی آئندہ سال کے لئے تعزیہ کی
بسم اللہ کر دی گئی تاکہ پہلی تاریخ کو امام باڑے میں تعزیہ رکھا جا سکے۔
چنانچہ میرے سامنے جیسے اب سترہ سال ہو گئے سرکاری تعزیہ کا ٹھیکہ عیدی
خاں ٹھیکیدار کے پاس تھا۔
ٹھیکیدار صاحب کا خاندان اور ان کے کتنے ہی چیلے چودہ تاریخ محرم
سے کام شروع کر دیتے ہیں تعزیہ بانس اور ابرک کا ہوتا ہے کچھ ایسا زیادہ
اونچا تو نہیں ہوتا ہاں تناسب کے لحاظ سے اتنا بلند اور اتنا وزنی کہ کوئی
ساڑھے تین سو کہار تعزیہ اٹھاتے ہیں جوں ہی محرم کا قرب ہوا کہ عیدی
خاں اپنا عملہ لے کر آ گئے اور ابرک لگا لگا کر تعزیہ کی تکمیل کرنے لگے۔ تمام
حصہ مکمل ہونے پر سرکاری امام باڑے واقع کمپو کوٹھی میں موقع سے جوڑ دیئے
اس دوران امام باڑے کے گرد جنگی پہرہ لگا رہتا ہے سوائے خاص خاص
آدمیوں کے پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ جوں ہی چاند رات ہوئی کہ چار سو ہلچل
مچ گئی پہلی محرم کو مسلمانوں کے ذریعہ ختم فاتحہ کر کے راج گھرانے نے فقیری لی ہندو
مسلمانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ سرکاری لنگر خانے کھلے سبیلیں جاری

سے فقیری لی۔ مقربان خاص اور عزیز و اقارب سمیت سنا کتنی تربیت کے
مطابق محلہ محلہ تعزیوں کو سجدے کرتے پھرتے تھے مفرّح شربتوں کے دریا
بہا دیے گئے۔ گلی کوچوں میں نیاز بٹنے لگی۔ اور اس زور سے خیرات ہوئی
کہ جن غریبوں کو سات سات پشت سے پیٹ بھر کر روٹی نہیں نصیب ہوئی
تھی ان کی جھونپڑیوں میں گھی کے چراغ جل گئے۔ اس طرح گوالیار کے
محرم کی ابتدا ہوئی۔ اور قاعدہ ہے الناس علی دین ملوکہم۔ جب
خاص الخاص مہاراجہ بھی زیر اثر آ گئے تو بھلا پھر ریاست کے صوبہ دار اور دیگر
امیر و امرا کو کیا عذر ہو سکتا تھا بقول شخصے آگے والا گرے اور پیچھے والا
سنبھلے وہ ستری مانجی سے یعنی راجہ صاحب سے زیادہ ڈرتے کہ کہیں
ہم سے امام حسینؑ ناراض نہ ہو جائیں۔ ورنہ پھر کسی دامن میں پناہ نہ
ملے گی لہذا تمام مرہٹہ اور دیگر اقوام کے ہندو و سردار کسی نہ کسی صورت میں
اپنا اپنے مرتبہ اور مقدرت کے مطابق اظہار عقیدت کرنے لگے طرہ یہ ہے
کہ ہر سردار ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا تھا۔

نہ جانے پہلے گوالیار میں کیسا محرم ہوتا ہوگا البتہ مہاراجہ کا معتقد ہونا
تھا کہ بات ہی کچھ اور ہو گئی اگر کوئی اجنبی اس زمانہ میں گوالیار آئے تو کیا
مجال موجودہ گوالیار کو ہندو ریاست جان سکے کیونکہ اس شادی کی
مثال تو شاید ہندوستان کے کسی اسلامی ریاست میں بھی نہ مل سکے گی
وہاں گوالیار لشکر۔ مرادتکونی شکل میں تین آبادیاں نزدیک نزدیک ہیں
محرم میں کسی آبادی میں جا نکلئے علم اکھاڑے براق تعزیے اور فقیری لئے

کہتا رہا نہیں صاحب یہ سمے ٹل گیا تو ایسا سبھ مہورت بار بار چوبیس سال تک نہیں آئے گا کچھ ہو بہانورین ضرور غرض مہاراج کی مرضی کے خلاف مہاراج کی کلائی میں نثاری کا کنگنا باندھ دیا گیا اور اس بے محل خوشی کے صدمہ سے مسلمان غلامان امام کے دل بیٹھ گئے۔

اُدھر وہ تاریخ نزدیک آ رہی تھی جن میں غریب الوطن اہلبیت کے خشک گلے کربلا کی گرم ریت پر کاٹے گئے تھے اور اُدھر موضع پارسبن کی سرزمین خیمہ اور خرگاہ معمور ہو گئی مارے لاؤلشکر و سازوسامان کے تل دھرنے کی جگہ نہ رہی قسم قسم کے کھانوں کی ترنگیں اُڑنے لگیں جنگل میں منگل ہو گیا۔

سخت گرمیاں تھیں کوہ و صحرا بھاڑ کی طرح تپ رہے تھے عین اسوقت پر جبکہ مہاراج جیواجی کا بیاہ رچنے لگا اور اس دھوم دھام سے کہ جشن فیروزی مات ہو گیا اور ایسا غلغلہ کہیں دیکھنے اور سننے میں نہ آیا تھا یکایک ایک طرف سے کالی آندھی اُٹھی بہانورین پڑتے پڑتے دفعتاً روز روشن میں شب دیجور کا سماں کھنچ گیا اور ایسا اندھیرا چھایا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا پھر کیا دوست دشمن چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہ رہی ارے تو یہ کہاں کے راؤ راجہ اور کیسی بھیڑ بھڑنگاہ۔

ہزاروں رسّوں کا دل بادل شامیانہ جس کے آگے قصر نوشیرواں بھی مات تھا پرکاہ کی طرح اُڑ گیا پھر تو وہ بھگدر پڑی کہ الامان والحفیظ کوئی کانٹوں میں اُلجھا کوئی درخت سے ٹکرایا کوئی خندق میں جا گرا کسی کو ہاتھی گھوڑوں نے کچل ڈالا۔ الٹن پلٹن۔ توپ خانہ۔ رتھ۔ بہلی۔ پالکی۔ دم زدن میں سارا کرّوفر ندارد یا مظہر العجائب اہالی موالی معہ مہاراجہ غائب وہ چیخ پکار مچی کہ توبہ بھلی ایسی نفسی نفسی تھی کہ باپ

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس درجہ عقیدت کی کیا ضرورت جیسے کہ مہاراجہ
گوالیار کی نسبت سنی جاتی ہے کہ ان دنوں میں عام مسلمانوں کی طرح فقیری
لیکر دیوانہ وار دوڑے پھرتے ہیں۔ مجھے آوارہ وطن ہوئے ایک زمانہ گذر گیا
اس اثنا میں جہاں کہیں بھی میں گیا میرے ساتھ گوالیاری ہم رشتہ دیکھکر اکثر
صاحبان گوالیار کے محرم کے متعلق طرح طرح کے سوالات کرتے رہے ہیں
اور ہنوز یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوا اب بھی کوئی نہ کوئی پوچھ ہی لیتا ہے۔
احباب کی فرمائشوں سے کتنے ہی بار مجھے خیال آیا کرتا تھا کہ جو کچھ معلوم ہے
قلمبند کر دینا چاہیئے۔ ورنہ بہت سے سبق آموز واقعات اس تفصیل سے آیندہ
نسلوں تک نہ پہونچ سکیں گے۔ انھیں گوالیار کے محرم کا سبب کون بتائیگا
مجھے تو استاد ولائتی خان چابک سوار۔ نانا راؤ بھوسلے۔ کوچیاں صاحب
مہدنی۔ لالہ جانکی داس اور شمشیر خاں کھیتا وغیرہ ایسے بزرگوں سے [illegible]
ہوگئے جو اس موقع پر موجود تھے جس کی بنا پر گوالیار کے حکمران خاندان میں [illegible]
تعزیہ داری قائم ہوئے
لیکن چونکہ مشیت کو منظور نہ تھا آہستہ آہستہ وقت گذرتا گیا اور مجھے
ایک لفظ لکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اور خدا جانے اس طرح کہاں تک نوبت پہنچتی
مکرمی ادیب العصر علامہ واقف مراد آبادی کا میں انتہائی مشکور ہوں جو مجھ پر زور
ڈالکر یہ مضمون لکھوا رہے ہیں اگر آئندہ کسی صاحب نے مجھ سے گوالیار کے
محرم کا حال دریافت فرمایا تو میں ان سے یہ کہکر پیچھا چھڑا لیا کروں گا کہ جناب من اگر
آپ کو ایسا ہی شوق ہے تو براہ مہربانی اخبار شیعہ کا محرم نمبر مورخہ یکم محرم ۱۳۵۲ھ

پڑھا کرتے تھے وہ دوہا یہ ہے۔

کھل بل پڑی کر ساں میں رانکا پڑی او دنگ میں مصرک و رشن ناکہو
جھوم ڈگو پر ست ڈگو ڈگو تر این گیبن عرس ڈگو۔ کرسی ڈگو ڈگو نہ پا حسین

پنجابی اور ملتانی زبان میں بھی واقعات کربلا نہایت موثر اور دردناک الفاظ میں بیان کئے جاتے ہیں اسی طرح پشتو، تلگو، کشمیری اور دوسری زبانوں میں لکھی ہیں۔

گوالیار کی عزاداری کے اسباب

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گوالیار کی عزاداری کا حال مفصل تحریر کر دیا جائے جو ناظرین کے لطف کا باعث ہوگا۔

میرے والد جناب خان بہادر سید مظفر علیخان صاحب مرحوم رئیس جانسٹھ ضلع مظفر نگر اپنی ایک غیر مطبوعہ کتاب بہارستان اعجاز میں تحریر فرماتے ہیں۔ اگرچہ ریاست گوالیار کا محرم مشہور ہے مگر چونکہ کسی معتبر اور ذمہ دار ہستی سے نہیں سنتے تھے اس لئے مجھے ان کے درج کرنے میں تامل تھا اب سید یوسف حسین صاحب انسپکٹر پولیس ریزیڈنسی گوالیار نے براہ نوازش میری استدعا پر اسکی تحقیقات کی اور اس حقیر کو مطلع فرمایا سید صاحب ممدوح کی زحمت فرمانے کا شکریہ ادا کرنے کے بعد میں ان کی تحریر بجنسہ درج کرتا ہوں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ واقعات و معجزات عزاداری گوالیار میں عام طور سے مشہور ہیں اور ہر شخص ان سے واقف ہے۔

ریاست گوالیار میں زمانۂ قدیم سے عام طور پر عزاداری ہوتی ہے اور محرم منایا جاتا ہے خود مہاراجہ و سرداران و عام رعایا کیا ہندو کیا مسلمان

زبان میں ایسے جملے ادا کرتے ہیں جن کو دوہے کہتے ہیں اور جن کا مفہوم انتہائی
دردناک ہوتا ہے۔ مثلاً۔

اے بی بی فاطمہؑ کے بیٹے تمہارے ساتھ کیسی دغا کی گئی۔
تم کو مہمان بلایا اور پانی تک پینے کو نہ دیا۔
ظالموں نے بہن کے سامنے بھائی حلال کر دیا اور سر کاٹ لیا۔
اے فاطمہؑ بی بی کے بیٹے آپ تو اپنے بچّہ کو پانی پلانے لائے تھے۔
دشمنوں نے اس پر تیر مارا۔
کیا جس بچہ کی ماں کا دودھ خشک ہو جائے اس کی پیاس تیر سے بجھتی ہے۔

اس قسم کے بکثرت دردناک بیانات جن کے متعلق یہ پتہ لگانا بھی انتہائی
دشوار ہے کہ اس کا رواج کب سے اور کیونکر ہوا۔

مؤلف:- ہمارے قصبہ جانسٹھ ضلع مظفر نگر میں ایک سادھو ہر سال
آیا کرتا تھا تمام قصبہ کے بڑے بڑے لوگوں کے یہاں سے خواہ وہ ہندو ہوں یا
مسلمان اور متعدد دوکانداروں کی طرف سے حسب حیثیت اس کو سالانہ
کپڑے اور روپے کی صورت میں دیا جاتا تھا وہ روزانہ ہر محلہ میں پھیری
لگایا کرتا تھا اور مختلف اشعار ہندی میں پڑھا کرتا تھا ہر محلہ کے بچّے
اس سے بہت مانوس تھے جب وہ ہمارے محلہ میں آتا تو اکثر ذیل کا دوہا ہندی
میں سناتا جو مجھے بہت پسند آیا اور میں نے اس سادھو سے اس دوہے
کو نقل کر لیا یہ دوہا میں نے جناب مرزا نادر حسینؒ سوزخوان لکھنو کو دیدیا تھا
جو میرے یہاں ہر سال ایام عزا میں آیا کرتے تھے مرحوم اس دوہے کو خوب

ایک سال تو سید عبدالقادر نے اس مجلس امام حسینؑ کے تذکرہ سے سامعین کو اشکبار کر دیا اور اب تو متعدد مجالس مختلف زبانوں میں برپا کی جاتی ہیں ۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو قوم بھی امام حسینؑ کے ساتھ عقیدت کا مظاہرہ کرتی ہے ۔ گوالیار ۔ اندور ۔ بڑودہ ۔ دھولپور ۔ جے پور ۔ اودے پور ۔ الور ۔ دتیا ۔ اور بنارس وغیرہ میں حکمرانوں کی طرف سے عزاداری بڑے تزک و احتشام کے ساتھ کی جاتی ہے ۔

پارسی بھی ایام عزا میں مجالس کرتے ہیں نذریں مانتے ہیں عزا خانوں میں شمعیں روشن کرتے اور خوشبو سلگاتے ہیں ۔

سکھوں کو عزاداری سے بہت خلوص ہے وہ گرو حسین کا دیوان کے نام سے مجالس عزا برپا کرتے ہیں ۔ علاوہ اور تعزیوں کے مہاراجہ شیر سنگھ کا تاریخی تعزیہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب سے قبل تک لاہور میں رکھا جاتا تھا اور بڑی شان و اہتمام کے ساتھ اس کا گشت ہوتا تھا ۔

نام گرو حسینؑ کا جانے سب سنسار سبیں کٹا کر جگت میں کیا است چیار

تعلیم یافتہ طبقہ سے لے کر خانہ بدوش صحرائی اور پہاڑ کے رہنے والے غیر متمدن اقوام تک وہ جو حضرت امام حسینؑ کے بزرگوں کے نام بھی نہیں جانتے اور صرف امام حسینؑ کے نام سے واقف ہیں اُن سے عقیدت رکھتے ہیں ۔

اودھ کے دیہات کی عورتیں ہندو مسلمان جنکو نہ مذہب سے واقفیت ہے نہ واقعات عالم سے با خبر ہیں انکی دنیا اُن کے گاؤں اُن کے کھیت اور اُن کے مویشی ہیں لیکن شب عاشور کو نہایت دردناک لہجے میں گیت گا کر دہائی

سیّاح محرم کے زمانہ میں مشرق و مغرب کی سیاحت کرتے اور ہر مرتبہ محرم
کے پہلے دس دن الگ الگ زمین کے حصّوں پر گذارے تو وہ دیکھے گا کہ ہر
جگہ اپنے اپنے معیارِ زندگی اور طرزِ معاشرت کے اعتبار سے کسی نہ کسی طرح
کربلا کے شہید کو یاد کیا جاتا ہے۔

عراق عرب، ایران، مصر اور یمن میں عزائے حسینؑ کی جو اہمیت
ہے اُس سے سب بخوبی واقف ہیں۔

شام۔ میں بھی عزائے حسینؑ جاری ہے۔

ٹرکی۔ میں بڑی شان کے ساتھ مجالس کا انعقاد ہوتا رہا ہے اور امام
مظلوم کا ماتم جاری رہا اس کی شہادت مولانا شبلی صاحب نعمانی کے سفرنامہ
بلاد اسلامیہ سے ملتی ہے۔

حجاز میں صحرانشین عرب عشرہ محرم کے زمانہ میں اپنے گریہ و ماتم سے ایک
انقلاب پیدا کرتے ہیں۔

افغانستان میں عزاداری کافی انہماک کے ساتھ کیجاتی ہے خود کابل میں
متعدد امام باڑے ہیں جن میں باقاعدہ محرم میں عزاداری ہوتی ہے۔

برما و تبت و بربر کے باشندے عزاداری میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔

چین میں چینی مسلمان بھی محرم میں عشرہ کرتے ہیں اور اُسی دن عزائے حسینؑ
کی مجلس کرکے ماتم برپا کرتے ہیں۔

یورپ۔ خود لندن میں گذشتہ کئی برس سے خبریں آتی ہیں کہ مجلس حسینؑ
برپا ہوتی ہے اور سفرائے ممالک امرائے دولت عزائے امام میں شرکت کرتے ہیں اور

امام حسینؑ کی شہادت

عین اُسی ہنگامہ میں حر کا بھائی مصعب بن یزید ریاحی اور بیٹا علی بن حُر ریاحی اور ایک غلام عروہ اس تقریر سے متاثر ہوکر صفوف فوج دشمن سے باہر آگئے اور گھوڑے اڑاتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اور اذن میدان لے کر حُر کے پاس آگئے حُر نے جزاک اللہ مرحبا کہا تھوڑی دیر میں عمر سعد نے آگے بڑھکر اور اپنی فوج کو مخاطب کرکے ایک تیر لشکر امام کی طرف سر کیا اور کہا اے لوگو گواہ رہنا کہ پہلا تیر میں نے لشکر حسینؑ پر چلایا ہے۔

غرضکہ جنگ باقاعدہ شروع ہوگئی اور یہ چاروں جانباز دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور انتہائی تیغ زنی کے بعد اپنی جانوں کو امام پر فدا اور نثار کردیا۔

جب مددگاروں میں کوئی باقی نہ رہا تو حسینؑ کے عزیزوں کی نوبت آئی آپ نے اپنے عزیزوں میں سب سے پہلے اپنے جوان بیٹے علی اکبرؑ کو جنکی عمر اٹھارہ سال کی تھی اور جو حسینؑ کے نانا جناب محمدؐ مصطفےٰ کی ہم شبیہ تھے مرنے کیلئے بھیجدیا۔ باپ خیمہ کے دروازہ پر تھا اور اُن کا چاند فوج دشمن کی گھٹاؤں میں چھپا ہوا تھا باپ نے دیکھا کہ علی اکبرؑ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے مگر صبر و سکون میں فرق نہیں آیا وہ اس قربانی کے لئے پہلے سے تیار تھے وہ یہ سمجھکر مطمئن تھے کہ ان کی اسکیم کا ایک بڑا جزو پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اس کے بعد دوسرے عزیز بھی ایک ایک کرکے رخصت ہوئے اور موت کی نیند سو گئے سب کے آخر میں آپ کے جانباز اور وفادار بھائی قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباس آپ سے رخصت ہوئے یہ فوج حسینی کے علمبردار تھے اُن کے قتل ہونے سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی مگر آپ کی ہمت شکستہ نہیں ہوئی آپ کے پاس اب کوئی سرمایہ خدا کی راہ میں نذر

لوگ آپ کے شرائط کو منظور نہیں کریں گے تو میں ہرگز یہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتا۔ اچھا
اب میں حاضر ہوا ہوں انتہائی شرمسار۔ توبہ کرتا ہوا اپنے گناہ سے خدا کی بارگاہ
میں اور آپ کا شریکِ مصیبت ہو کر اپنی جان کے ساتھ یہاں تک کہ آپ کے
قدموں پر نثار ہو جاؤں کیا اس طرح میری توبہ قبول ہو جائے گی۔

حُر نے اپنے جرائم خود ہی پیش کر دیے اس کے الفاظ میں سچائی تھی دل کی
دھڑکن کا اثر آواز کے کپکپانے سے ظاہر تھا اب موقع نہ تھا کہ امام کسی
طول طویل تقریر کے ساتھ اُس کا جواب دیتے۔

آپ کو اُسے مطمئن کرنا چاہیے تھا فوراً آپ نے بلا توقف فرمایا۔

ہاں ہاں خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تمہیں بخش دے گا مبارک ہو
واقعی تم حُر ہو ویسے ہی جیسے تمہاری ماں نے تمہارا نام رکھا تھا تم آزاد ہو
انشاءاللہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی گھوڑے سے اُترو۔

حُر نے کہا میں آپ کی نصرت میں گھوڑے پر سوار رہا ہوں بس ایک تھوڑی
ان سے جنگ کر لوں پھر تو مر کر نیچے اُترنا ہی ہے۔

امام نے دیکھا کہ حُر کو جہاد کا ولولہ ہے فرمایا۔

اچھا جو تمہاری خوشی ہو وہ کرو خدا اپنی رحمت تمہارے شاملِ حال کرے
اچھا خدا حافظ۔

حُر بہت ضبط کر چکا تھا اب وقت تھا کہ اس کے خیالات کا کوہِ آتش فشاں
پھٹ پڑے اس کی چنگاریاں اُڑیں اور شعلے بلند ہوں حُر میدان میں آیا اور
فوج کے سامنے آکر تقریر شروع کی اب سے پہلے وہ لوگ تقریر کر چکے تھے جو ا

سمجھا اور اب یہ وہ وقت آ گیا تھا کہ وہ اپنے اس فیصلہ کو جو بہت مشکل سے اس کے
دل و دماغ کی جنگ سے طے پایا تھا عملی لباس پہنائے۔

حُر کو یہ قطعی اندیشہ تھا کہ اگر اس فوج سے نکلنے سے پہلے یہ اطلاع ہو گئی
کہ میری نیت میں کچھ تبدیلی ہے تو مجھے یہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ اور میں اپنے
مقصد میں کامیاب نہ ہو سکوں گا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا اس کے سینے میں
طوفان برپا تھا وہ سمجھتا تھا کہ اب میں کہیں اور ہوں مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا
ہے میں سب سے علیحدہ ہوں۔ ایسے وقت میں کسی کا ٹوک دینا معاذ اللہ۔ مہاجرین
اس حُر کے قبیلہ کا ایک شخص کہنے لگا۔

کیوں حُر کیا ارادہ ہے کیا حملہ کرنا چاہتے ہو۔

تم یونہی تنہا حملہ کرنا چاہتے ہو حُر اس کا جواب کیا دیتا اس نے یکبارگی
سکوت کر کے پردہ داری کی کوشش کی کچھ جواب نہ دیا۔ مگر جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا
مہاجر نے پھر کہا۔ حُر تمہاری کیا حالت ہے۔ میں نے تمہاری یہ کیفیت کبھی نہیں
دیکھی مجھ سے جب پوچھا جاتا ہے کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو
میں ہمیشہ تمہارے سوا کسی اور کا نام نہیں لیتا۔

مگر اس وقت تمہاری عجیب حالت دیکھ رہا ہوں یہ آخر ہے کیا۔

یہ شجاعت پر حملہ تھا حُر اس غلط فہمی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا اس نے
چھپانے کی مہم میں اپنی شکست کا بھی احساس کر لیا۔ اس لئے اب صاف کر دینا
چاہا اور کہا۔

میرے سامنے اس وقت بہشت و دوزخ کا سوال ہے تو بہشت پر کسی

فوج کو پانی سے سیراب کیا تھا اب اُن پر پانی بند ہے اُسے یہ احساس کرکے
خود اپنے عمل سے بیزاری کا جذبہ پیدا ہوتا تھا وہ سوچتا تھا کہ اس کا تدارک
کیا ہے میں حسینؑ کے پاس جاکر اپنی اس خطا کو معاف کراؤں۔ مگر کیا اتنا بڑا
مجرم دنیا میں معافی کے قابل بھی ہے پھر اگر حسینؑ نے میری خطا کو معاف نہ
کیا تو میں کہاں کا رہا۔ نہ دنیا ملی نہ آخرت پھر بھی اس کا ضمیر کہتا تھا کہ چل کر معافی
مانگنا تو چاہیئے میں جب اپنی جان اُن کے قدموں پر ڈال دوں گا تو پھر وہ بھی
کریم النفس ہیں کہاں تک خیال نہ کرینگے۔

کچھ ایسے ہی خیالات ہوں گے جو اس کے دماغ میں ایک تلاطم برپا
کئے ہوئے تھے اور وہ شب عاشور تھی کہ جس کی سیاہی کے بے پناہ سمندر
میں اُس کے خیالات کی کشتی تھپیڑے کھا رہی تھی۔

وہ رات کا سناٹا اور ہو کا جنگل صفحۂ تاریخ بھی سنسان ہے کون مؤرخ
ہے جو اس معرکہ کی داستان قلمبند کرے جو حُر کے دل و دماغ میں برپا تھا۔

اِک سچا شاعر اکثر حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے میر مونس علیہ الرحمہ نے اس
رات کو حُر کی حالت کی کیا خوب تصویر کشی کی ہے وہ یقیناً صحیح ہے۔

قلب بیتاب کبھی لغزش کبھی دردِ جگری — سخن یاس کبھی لب پہ کبھی نوحہ گری
گرم آہیں کبھی کہیں سرد کبھی آہ بھری — کبھی اٹھا کبھی بیٹھا کبھی ٹہلا دو پہری

آلِ احمد کی صدا سنکے تڑپ جاتا تھا
دمبدم خیمہ سے گھبرا کے نکل آتا تھا

رات کسی طرح گذری اور صبح ہوئی حُر کو پھر یہ دیکھنا ہے کہ اب کیا ہوتا

ساتھ حالات کا مشاہدہ کرتا رہا۔ اسے کربلا میں پہونچنے کے بعد یہ امید تھی کہ کوئی ایسا مشترک نقطہ پیدا ہو جائے گا جہاں امام اور اُن کے مخالف مجتمع ہو جائیں گے اور جنگ کی صورت پیش نہ آئے گی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ امام کا طرزِ عمل روادارانہ ہے آپ اپنی جانب سے معقول شرائط پیش کر رہے ہیں۔ جن پر صلح نہ ہونے کی کوئی وجہ ہی نہیں –

یہ وہ واقعات تھے جو اُس کے دل میں نویں محرم کی سہ پہر تک قائم تھے مگر نو محرم کی شام کو یہ امیدیں یک لخت منقطع ہو گئیں ابن زیاد کے اس خط سے جو شمر کے ہاتھ عمر سعد (کمانڈر انچیف) کے پاس پہونچا جس کے بعد عمر سعد آمادہ ہوا کہ اسیوقت امام کے لشکر پر حملہ آور ہو جائے امام نے بڑی مشکل سے ایک رات کی مہلت طلب کی تاکہ اپنے احباب و انصار اور عزیزوں سمیت خدا کی عبادت کریں جو نہایت دشواری اور اصرار کے ساتھ منظور ہوئی یقیناً یہ وہ وقت تھا کہ اب حُر کے سامنے امام حسینؑ سے جنگ اور اُن کے قتل میں شرکت کا سوال درپیش تھا اب وہ سمجھا کہ میں نے اس سے پہلے جتنے بھی اقدامات کئے وہ ایک مظلوم مقدس ہستی کو فنا کی منزل سے قریب کرنے کے سامان تھے اس کی ذمہ داری کہاں تک مجھ پر ہے اور اس کے بعد پھر کیا اب مجھے اس سے بڑے اقدامات میں شرکت کرنا چاہیئے –

کیا میں حسینؑ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر سکتا ہوں اس کا ضمیر سختی سے انکار کرتا تھا کہ ہرگز نہیں مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا اُسے اب سب کچھ یاد آتا تھا کہ حسینؑ وہ انسان ہیں جنہوں نے اس سخت وقت پر مجھے اور میری تمام

لشکر کا سامنا بھوک پیاس کی شدت سے کسی میں دم نہیں اپنی اور اپنے عزیزوں کی موت گھر کی تباہی عورتوں کی اسیری کے منظر آنکھوں کے سامنے ہیں مگر حسینؑ کی فرض شناسی اصول پروری ایثار اور جرأت کا کیا کہنا کہ آپ کی جبین استقلال پر اب بھی شکن نہیں۔

دسویں محرم یعنی عاشورے کی صبح سے دوپہر تک حسینؑ کے جانباز ساتھی جو آپ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے برابر اپنی جانیں حسینؑ اور اُن کے اصول کی خاطر قربان کرتے رہے

حُر کی آمد

حُر ریاحی جو یزید کی فوج کا ایک افسر تھا (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) جو حسینؑ کی گرفتاری کیلئے جو یزید کی فوج آئی تھی یہ کوفے کے نامور اور نامی بہادروں میں سے تھا۔ دفعتاً فوج یزید سے علیحدہ ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور آپکے قدموں پر جان نثار کر دی جسکی مفصل کیفیت اس طرح ہے

ہماری کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام حسینؑ کو کوفہ کے راستے میں ایک ہزار سپاہیوں کی جمعیت نے آکر روکا تھا اُس فوج کا افسر حُر ریاحی تھا وہی امام کو گھیر کر کربلا میں لایا۔ اور امام کے خیموں کو دریا کے کنارے سے ہٹا ہونے دیا دوسری تاریخ محرم سے دسویں محرم تک آٹھ دن میں حُر کی کیا حالت تھی اسے اندھیر پردے ہی میں رہنے دیجئے اور یہ راز ظاہر بھی ہوتا تو کیسے جبکہ اس کا بتلانے اور دیکھنے والا کوئی تھا ہی نہیں لیکن بعد کی صورت اور حُر کی گفتگو وں نے صاف بتلا دیا کہ حُر جس وقت سے امام حسینؑ کو کربلا پہونچا کر ابن زیاد کو اطلاع دے چکا تھا اُس وقت سے برابر خاموشی کے عالم میں بڑی گہری نگاہ سے گریبے چینی کے

امام کی طرف حُر کا آنا اور اس کی مفصل کیفیت

آخری بار پھر قطعی طور سے جواب دیدیا کہ میں ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔

نویں محرم کی شام تھی جب اس بڑے لشکر نے آپ پر حملہ بھی کر دیا مگر آپ نے
ایک رات کی مہلت لے لی۔ آپ چاہتے تھے کہ اپنے ساتھیوں کو آخری بار سوچنے اور
سمجھنے کا موقع دیں کہ وہ اگر آپ کا ساتھ چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں۔
آپ نے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے صاف طور سے بتلا دیا کہ کل ہماری زندگی اور
فیصلہ کا آخری دن ہے میں تم سے اپنی بیعت کی ذمہ داری ہٹائے لیتا ہوں اور
تم کو آزاد کئے دیتا ہوں کہ تم اس شب کے پردے میں جدھر چاہو چلے جاؤ۔

اس کے بعد آپ نے چراغ گل کر کے فرمایا۔

اگر تم کو شرم دامن گیر ہے تو میں نے روشنی گل کر دی ہے تاکہ اس اندھیرے
میں جو جانا چاہے چلا جائے۔

مگر ان جانبازوں نے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ انھوں نے ایک
زبان ہو کر کہا کہ ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے ان لوگوں نے آخر جو کہا تھا
وہی کیا ان میں چند بوڑھے کچھ نوعمر لڑکے اور چند معصوم بچے بھی شامل تھے مگر
اس منتخب جماعت میں ایک فرد بھی ایسی نہ تھی کہ جس نے اپنے کارناموں سے
حسینی قربانی کی عظمت اور اثر میں کچھ نہ کچھ اضافہ نہ کیا ہو۔

جب مہلت کی شب گذر گئی اور امام حسینؑ اپنے ارادے پر قائم رہے تو یزیدی
لشکر جس کی تعداد کم سے کم تیس ہزار بتائی جاتی ہے میدان کربلا میں صف آرا
ہو گیا کہ ایک صبر و استقلال کے پہاڑ کو ظلم و جبر کی آندھیوں سے متزلزل کر دیے
طبل جنگ بجنے لگے۔ امام حسینؑ کے سر لینے کی تیاریاں ہونے لگیں اتنے بڑے

ابن زیاد کا واسطہ اور یہ خط ہے جس میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جہاں یہ خط پہنچے وہیں آپ کو
اتر جانے پر مجبور کر دوں اور اس قاصد کو بھی حکم ہے کہ وہ مجھ سے اس حکم کی تعمیل
کرائے بغیر الگ نہ ہو۔ حُر نے اپنا معاملہ وفاؤں کے ساتھ پیش کر دیا تھا۔ امام نے
پوچھا کہ اس زمین کا نام کیا ہے معلوم ہوا کربلا فرمایا اچھا کرب و بلا کی یہی منزل ہے
یہ کہہ کر آپ گھوڑے سے اتر پڑے۔

دوسرے ہی دن سے یزید کا ٹڈی دَل لشکر کربلا کے میدان میں آنا شروع ہو گیا
اور تمام راستے بند کر دئیے گئے اور امام حسینؓ کو فوجوں میں گھیر کر یزید کی بیعت کا
اصرار کیا جانے لگا حسینؓ کے ساتھ صرف ان کے ستّرہ اٹھارہ عزیز تھے اور وہ چند
دوست جو کوفے یا بعض دوسرے مقامات سے آپ کے پہنچنے کی خبر سن کر کسی
نہ کسی طرح آپ تک پہنچ گئے تھے ان کی تعداد دو سو سے کم تھی۔

اب حسینؓ کے سامنے فوجوں کا سمندر ٹھاٹیں مار رہا تھا آپ کے چاروں طرف
ویرانی اور بربادی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ عزیزوں، بھائیوں، بھتیجوں اور اولاد
کے خوبصورت چہرے آپ کے سامنے تھے۔ وہ آپ کے ساتھ پردے دار بیبیاں بھی
تھیں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی موجود تھے دریا پر فوج کا پہرہ بٹھا دیا گیا تھا
ایک قطرہ پانی کا حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو پہنچنا ممکن نہ تھا۔ چھوٹے بچے
پیاس کی شدت سے بیتاب اور مضطرب نظر آ رہے تھے مگر طاقت کی تمام نمائشیں
اور ایذا رسانی کی تمام صورتیں امام حسینؓ کو مجبور نہ کر سکیں کہ ایک فاسق و فاجر
بادشاہ کو اپنا دینی پیشوا تسلیم کر لیں آپ کا ارادہ پہلے ہی مضبوط تھا مگر عملی طور پر
جتنی مشکلات بڑھتی جاتی تھیں آپ کی ہمت میں اور اضافہ ہوتا جاتا تھا آپ نے

بھی نہیں ہوئی۔ تین مرتبہ ردّ و بدل ہوئی۔ آخر میں حُر نے کہا کہ میں آپ سے جنگ پر تو
مامور نہیں ہوں۔ مجھے تو یہ حکم ہے کہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں یہاں تک کہ
آپ کوفہ پہونچیں۔ اب جب آپ کوفہ جانے سے انکار کرتے ہیں تو ایسا راستہ اختیار
کیجئے جو نہ کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف واپسی کا راستہ ہو یہ میرے اور آپ
کے معاملہ میں انصاف کا طریقہ ہے۔ امام کو حُر کی یہ بات پسند آئی اور آپ کوفہ کے
راستے سے کٹ کر دوسری طرف متوجہ ہوگئے قادسیہ کا راستہ قطع کر رہا ہے امام آگے
بڑھتے چلے جاتے ہیں اور حُر کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوتی یہاں تک
کہ یہ قافلہ نینوا کی زمین پر پہونچا یہاں ایک سوار شخص کوفہ کی طرف سے آتا دکھائی دیا
سب منتظر ہو کر اس کا انتظار کرنے لگے وہ قریب آیا تو اس نے حُر اور اس کے
اصحاب کو سلام کیا لیکن حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کو سلام کرنا ضروری نہیں سمجھا یہ
ابن زیاد کا قاصد تھا جو حُر کے نام خط لایا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

یہ خط ہے ابن زیاد حاکم کوفہ کی طرف سے حُر ریاحی کے نام کہ تم کو لازم ہے
جہاں تم کو یہ خط پہونچے وہیں حسینؑ کو آگے بڑھنے سے روک دو اور انھیں ایسی
جگہ قیام کرنے پر مجبور کرو جہاں پانی اور گھاس موجود نہ ہو اور نہ کوئی قلعہ و جائے
پناہ ہو اور میں نے اپنے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ساتھ رہے
اور تم سے جُدا نہ ہو جب تک کہ میرے حکم کی تعمیل نہ ہو جائے۔ والسلام۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد کو حُر کے رواداری برتاؤ کی اطلاع ہو گئی تھی اور
حُر کی وفاداری ابن زیاد کی نگاہ میں مشکوک بن گئی تھی حُر جو کچھ بھی ہو ابھی تک دشمن
کا بندہ تھا وہ امام اور آپ کے اصحاب کے سامنے آیا اور اعلان کیا کہ یہ امیر

کے پاس لے جاتے تھے جب ہر گھوڑا چار پانچ دفعہ پی کر منہ ہٹا لیتا تھا تب
دوسرے گھوڑے کے پاس لے جاتے تھے یہاں تک کہ تمام گھوڑے اور
سوار سیراب ہو گئے۔ علی بن طعان محاربی حر کا ایک ساتھی تھا وہ کہتا ہے
کہ میری حالت پیاس سے بہت تباہ تھی اس لئے میں سب کے آخر میں پہونچا
جب امام نے میری اور میرے گھوڑے کی پیاس کو دیکھا تو فرمایا اونٹ بٹھا لو
میں نے پانی والا اونٹ بٹھایا۔ حضرت نے فرمایا اب پانی پیو۔ مگر میں اتنا
بدحواس تھا کہ جتنا پینے کی کوشش کرتا تھا پانی زمین پر بہتا تھا۔ امام نے
فرمایا کہ مشک کے دہانے کو اپنی طرف موڑ دو پھر بھی میری سمجھ میں نہ آیا۔ تب
حضرت خود اٹھے اور مشک کے دہانے کو ٹھیک کر کے مجھے دیا میں نے خود بھی
پانی پیا اور اپنے گھوڑے کو بھی سیراب کیا۔ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۷

اس واقعہ نے حسینی خلق و مروت کا جو اثر مخالف سردار یعنی حر کے دل پر قائم کیا
وہ یہ کہ حر اسوقت ششدر رہ گیا کہ اس احسان کے بعد اس وقت اس بلند مرتبہ
انسان سے کس طرح گفتگو کرے ظہر اور عصر کی نماز سے فراغت کر کے امام نے
اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اپنی سواریوں پر سوار ہو اور سب لوگ یہاں تک کہ عورتیں
اپنی اپنی عماریوں میں سوار ہو گئیں تو امام نے حکم دیا کہ چلو جس راستے پر آئے تھے
اسی راستے پر واپس چلو۔ شاید امام کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہو کہ ہم جنگ نہیں چاہتے جب اصحاب
نے ارادہ پلٹنے کا کیا۔ حر کی سپاہ سامنے آکر سدّ راہ ہو گئی۔ امام فرمایا۔ تمہارا
مطلب کیا ہے حر نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں
حضرت نے کہا کہ خدا کی قسم یہ تو نہیں ہو گا حر نے کہا پھر میں بخدا آپ کو چھوڑوں گا

کا چاند فلک پر نمودار ہوا پہلی تاریخ بھی ہوگئی اور دوپہر دن کے قریب وقت
گذرا ہوگا۔ امام حسینؑ کا قافلہ منزل شراف کے حدود سے آگے بڑھ رہا تھا
کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا اللہ اکبر۔ امام نے فرمایا بیشک
اللہ بہت بڑا ہے مگر اس وقت تکبیر کہنے کی وجہ؟ اس نے کہا کہ مجھے کھجور کے درخت
دکھائی دے رہے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی آبادی نزدیک ہے دو شخص
قبیلہ بنی اسد کے مکہ سے آپ کے ہم سفر ہوگئے تھے اور وہ اُنھیں اطراف
کے رہنے والے تھے کہنے لگے کہ ہم نے اس جگہ کبھی کھجور کے درخت نہیں دیکھے
حضرت نے فرمایا پھر تم دیکھو کیا دکھائی دیتا ہے انھوں نے عرض کی کہ ہم کو تو
گھوڑوں کی گردنیں اور نیزہ نظر آتے ہیں حضرت نے فرمایا ہمیں بھی یہی دکھائی
دیتا ہے۔

امام اپنے اصحاب سمیت عمامے سروں پر رکھے تلواریں حمائل کئے
کھڑے تھے کہ دشمن کے پہنچتے ہوئے گھوڑے اور سوار سامنے آکر کھڑے
ہوگئے آثار پیاس کی شدت کے گواہ تھے اور صورت سوال تھی حسینؑ ایک
احساس والا دل رکھتے تھے جس میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری تھی
آپ کے لئے دشمن کی موجودہ حالت برداشت کے قابل نہیں تھی آپ نے اپنے
بھائی قمر بنی ہاشم جناب عباسؑ علمبردار کو اور دوسرے نوجوانوں کو حکم دیا کہ
پانی پلاؤ اور تمام فوج کو معہ گھوڑوں کے پوری طرح سیراب کردو۔ حکم
کی دیر تھی اطاعت امام پر کمربستہ جوان کھڑے ہوگئے اور سب کو سیراب
کردیا۔ حالت یہ تھی کہ پیالے لگنیں طشت پانی سے بھرے تھے اور گھوڑوں

موافق ایک امن کا مقام تھا (اور اب بھی ہے جہاں کسی جاندار حتی کہ ٹڈّی اور جوں
کے مارنے کا شرعًا حکم نہیں) جہاں کسی کے لئے کوئی خطرہ نہ ہونا چاہیئے تھا
مگر حسینؑ کو یہاں بھی اپنے قتل کے سامان دکھائی دیئے مجبورًا ایسے وقت
میں کہ جب حج کا زمانہ بالکل قریب تھا اور تمام عالم حج کے بجا لانے کے لئے
مکہ کی طرف کھنچا چلا آ رہا تھا حسینؑ نے مکّہ کو ترک کر دیا۔ یہاں سے نکل کر اب
آپ کہاں جاتے ناچار کوفہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں کے لوگ بڑے اصرار
کے ساتھ بار بار بیعت اور (نئی) رہنمائی کے طالب تھے اور آپ اپنے چچازاد
بھائی جناب مسلم بن عقیل کو وہاں کے حالات کے مشاہدہ کرنے کے لئے پہلے ہی بھیج چکے
تھے اب خود بھی اُسی طرف روانہ ہوئے مگر اسی دوران میں کوفہ کی حالت دگر
گوں ہو چکی تھی وہاں سنگدل حاکم ابن زیاد کا اقتدار قائم ہو گیا تھا اور مسلم بن
عقیل امام حسینؑ کے ایلچی قتل کر ڈالے گئے اور وہ امرائے کوفہ جنہوں نے
امام کو بلایا تھا اُن میں سے کچھ نے ابن زیاد کی بیعت کر لی تھی اور بقیہ گرفتار
کر کے قید میں ڈال دیئے گئے۔

اب امام کو کوئی امید باقی نہیں رہی تھی مگر مکّہ اور مدینہ جانے کا بھی
موقع نہ تھا اُدھر کوفہ سے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی
گئی جس کی تعداد ایک ہزار تھی اور جس کا افسر حُر ریاحی تھا جس نے آپ کو آگے
بڑھنے یا واپس جانے سے روکا۔

حُر ریاحی

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب آپ مکّہ سے روانہ ہو کر منزل شراف پر
پہونچے تو ہجرت کا سنہ ۶۰ھ اپنے دور کو ختم کر کے رخصت ہوا اور محرم سنہ ۶۱ھ

سے صلح کی تھی مگر ان شرائط کی پابندی نہیں ہوئی اور خفیہ طور پر زہر دیکر امام حسنؑ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اب پیغمبرؐ کے خاندان کی پوری ذمہ داری امام حسینؑ پر تھی جو حضرت محمدؐ کے چھوٹے نواسے اور حضرت علیؑ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ یزید نے حکومت کے نشہ میں اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے اصولوں کی مخالفت کھلے خزانے شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید کے من بھائے اصول اسلام کے اصول سمجھے جانے لگے اور لوگوں کے دلوں میں خدا کے خوف کے بدلے یزید کا ڈر سما گیا۔ دنیا یزید کی طرف جھک پڑی اتنی بڑی حکومت مل جانے کے بعد یزید کو خیال ہوا کہ اس دنیا میں مجھے ٹوکنے والا کوئی نہ ہو کیونکہ تھا یزید کی نگاہ بغیر کسی خیال کے حسینؑ کی طرف اٹھ گئی اور یہ مشورے ہونے لگے کہ جس طرح بھی ممکن ہو حسینؑ یزید کی بیعت کر لیں۔ یزید جانتا تھا اور خوب جانتا تھا کہ وہ اسلام کے اصول جو رسولؐ نے دین و دنیا کی کامیابی کے لئے مقرر کئے تھے اس کا حقیقی محافظ رسول کے نواسے حسینؑ کے سوا کوئی نہیں ہے ایک نہ ایک دن ایسا ہونا ممکن ہے کہ سچائی کی آواز پر دنیا سمٹ آئے اور اپنا بنا بنایا گھروندہ زمین پر آرہے اس لئے یزید کو ضرورت ہوئی کہ حسینؑ کو اپنا فرمانبردار بنا لیا جائے تاکہ دنیا سمجھ لے کہ جب رسول کے نواسے حسینؑ نے یزید کی بیعت کر لی تو یزید ضرور سچائی پر ہے اس طرح وہ فتح جو حضرت محمدؐ کو یا ان کے دین

واقعۂ کربلا کے اسباب

ا۔ یزید نے حاجیوں کے لباس میں امام حسینؑ کے قتل کے لئے کچھ فوج بھیجدی تھی حسین کو خیال ہوا کہ کہیں مکہ میں خونریزی نہ ہو اور مکہ کی حرمت میں فرق نہ آئے لہذا آپ نے بغیر اعمال حج بجا لائے مکہ سے روانگی اختیار کی اور اس طرح خانہ کعبہ و مکہ کی حرمت کو برقرار رکھا۔

ہمارے جدِّ بزرگوار ہاشم نے اپنے مال و دولت اور اثر کو ہمیشہ خلقِ خدا کی خدمت میں صرف کیا۔ ہمارے خاندان نے مظلوموں کی امداد اور ظالموں کے مقابلہ کا حلف اٹھایا۔

اس لئے اگر خلقِ خدا کسی ظالم کے ہاتھ سے تنگ ہو تو ہمارا فرض ہے کہ ہم مظلوموں کی دستگیری کے لئے آگے بڑھ جائیں۔

آپ کو معلوم تھا کہ ہمارے نانا رسولِ اسلام نے سچائی کی خاطر تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں مگر اسلام کی حفاظت کیلئے سینہ سپر رہے۔

میرے باپ علی ابن ابیطالب نے ہر سخت موقع پر سچائی کی خاطر جہاد کیا۔

ان واقعات اور قدیم روایات کے ہوتے ہوئے حسینؑ یہ سوچتے ہونگے کہ اگر کبھی اسلام پر وقت پڑے اور سچائی خطرہ میں آ جائے تو مجھے بھی یہی کرنا چاہیئے۔

ادھر بنی امیہ نے ملکِ شام میں اپنا قبضہ جماتے ہی حضرت محمدؐ کے رائج کئے ہوئے طریقوں کو اور اسلام کی پھیلائی ہوئی مساوات کو مٹانا شروع کیا اور آخر میں تو یہ نوبت ہوئی کہ احکامِ اسلام کی علانیہ مخالفت ہونے لگی۔

معاویہ بن ابوسفیان کے بعد تختِ حکومت کا وارث دادا ابوسفیان کا پوتا اور انھیں معاویہ کا بیٹا یزید قرار پایا۔ یزید بڑا شراب خوار، بدکردار اور ایسے اخلاقی جرائم کا مرتکب تھا جن کا تذکرہ بھی تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے۔

حضرت محمدؐ کی اولاد اور جانشین اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے چنانچہ حضرت علیؑ کا آخری زمانہ انہیں معاویہ صاحب کے مقابلہ میں صرف ہوا تھا حضرت علیؑ کے بعد ان کے بڑے بیٹے امام حسنؑ نے کچھ شرائط کے ساتھ معاویہ

پیغام اور نسبتیں آئیں مگر سب نامنظور کر دی گئیں رسولؐ کی نظر غور کرتے وقت
ہر مرتبہ ایک ہی آدمی پر پڑتی تھی اور وہ علیؑ کی ذات تھی اور کوئی نہیں۔
آپ کہا کرتے تھے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں اس لئے فاطمہؑ کے لئے اگر
کوئی موزوں رشتہ ہو سکتا تھا تو وہ محض علیؑ اس نسبت میں کسی تلاش کی کسی پوچھ
گچھ کی ضرورت نہ تھی اور نہ کسی بات کا خطرہ تھا ابو طالبؑ کے احسانات اور
عنایتیں رسولؐ کے پیش نظر تھیں وہ اپنے چچا کی محبت کو فراموش نہیں کر سکتے
تھے اسی کے ساتھ ساتھ علیؑ کی بھی خدمتیں اور اسلام کی ترقی میں کارگزاریاں
بالکل ظاہر تھیں اس لئے پیغمبر نے طے کر لیا اور بغیر پیغام کے اپنی بیٹی علیؑ کے
عقد میں دیدی۔
اب آپ جانتے ہیں کہ فاطمہؑ کون ہیں پیغمبر اسلام کی بیٹی اور علیؑ کون ہیں
محافظ اسلام مربی اسلام بلکہ فدیہ اسلام! انہیں دونوں کے فرزند تھے حسنؑ
وحسینؑ ان دونوں کے دوسرے نام شبر و شبیر۔
اب ذرا غور فرمائیے کہ کیا حسینؑ اپنی خاندانی خصوصیات کو اور قدیم روایات
کو بھلا سکتے تھے حسینؑ جس نسل کی یادگار تھے وہ صدیوں سے قربانی اور
فداکاری کی ایک مسلسل تاریخ تیار کر رہی تھی حسینؑ نے دیکھا نہیں مگر کانوں سے سنتے
رہے تھے کہ ہمارے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ خدا کی خوشنودی کے لئے اپنے
بیٹے اسمٰعیل کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔
ہمارے پردادا عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کو خدا کی قربانگاہ
میں پیش کر دیا تھا۔

منتقل ہوا جنکو معاویہ کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے چند شرائط پر تخت سے دست بردار ہو کر صلح کرنا پڑی اور دھوکے سے زہر پلا کر ان کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا گیا اور آخر اسی ثروت و اقتدار کے نتیجے میں امام حسینؑ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ کربلا کے آئینہ میں دیکھ لیجئے کہ وہ کس بیدردی سے بچوں سمیت تین روز کے بھوکے پیاسے ذبح کر دئے گئے۔

قدرت کو ان دونوں بھائیوں یعنی محمد مصطفےٰؐ اور علیؑ مرتضیٰ کے اتحاد کو اور مضبوط بنانا تھا۔ حضرت محمدؐ کے ایک بیٹی تھی فاطمہ زہراؑ جنہیں آپ عزیز رکھتے تھے اور انکی اتنی عزت کرتے تھے جتنی کسی باپ نے اپنی بیٹی کی عزت نہیں کی ہے یعنی جب وہ آپ کے پاس آتی تھیں تو آپ تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے یہ نتیجہ تھا اُن بلند اوصاف کا جو اس مقدس خاتون کو حاصل تھے۔

عرب میں قدیم زمانہ سے جذبہ پاکیزگی خاندان کا پایا جاتا تھا اُن کا خیال تھا اور بہت حد تک صحیح تھا کہ انسان کی اچھائی اور برائی خون اور نطفہ میں ہوتی ہے اور وہ نسل کے سلسلے میں چلا کرتی ہے اس وجہ سے وہ خاندانی شجروں پر زور دیا کرتے تھے اور نہائت احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھے تھے رسولؐ محض عرب ہی نہ تھے بلکہ آپ عرب کے روشن ترین اور معزز ترین قبیلے سے تعلق رکھتے تھے نسل در نسل اخلاق و پاکیزگی اور فیاضانہ سیرت اس خاندان کی طرۂ امتیاز تھی۔

اس خاندان کی اعلیٰ تربیت کے ہر پہلو پر غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ وہ اپنی عزیز اور صاحب صفات بیٹی کے موزوں ترین رشتہ کے کس قدر متجسس ہوں گے خصوصاً وہ لڑکی جس کے ذریعہ سے ان کی نسل دنیا میں چلنے والی تھی بہت سے

اے ابوسفیان جب تم کافر تھے تب بھی شر و فساد میں سرگرم رہتے تھے اور اب حلقہ اسلام میں داخل ہو کر مسلمان بننے کے بعد بھی وہی شر و فساد کی باتیں درمیان میں لاتے ہو۔

ابوسفیان یہ جواب پا کر اپنے گھر چلے گئے اور غور و فکر کرنے لگے ادھر جب یہ اتفاق حضرات شیخین نے (جو سقیفہ کے الکشن میں خلیفہ منتخب ہو چکے تھے) سنا تو انہیں یہ پیدا ہوا کہ ابوسفیان کہیں ہماری حاصل کردہ خلافت کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دے فوراً پیغام بھیجا گیا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ ابوسفیان کو تو حضرت علیؑ سے کوئی مطلب تھا نہ حضرات شیخین کی حاصل کردہ خلافت سے غرض تھی انھیں تو اپنے حلوے مانڈے سے کام تھا فوراً جواب دیا گیا کہ مجھ کو بھی اپنی حاصل کردہ حکومت میں کوئی حصہ دیدو۔ چنانچہ حضرات شیخین نے خلافت کی جان بچانے کیلئے ابوسفیان کے بڑے بیٹے یزید بن ابوسفیان کو حاکم بنا کر شام بھیجدیا۔

خلافت اسلامیہ کی طرف سے یہ تقرری ہی ہے جو بنی امیہ کی اس ثروت اور اقتدار کی بنا ہوئی کہ جس سے تھوڑے ہی عرصہ میں بنی امیہ سلطنت اسلامیہ کے فرمانروا ہو گئے اسی ثروت کے زور پر بنی امیہ حضرت علیؑ کی خلافت ظاہری کے مخالف ہو کر میدان میں آ گئے اور انھیں ابوسفیان کے دوسرے بیٹے معاویہ (جو اپنے بھائی کے بعد حاکم شام ہوا) سے صفین کے میدان میں متعدد لڑائیاں لڑنا پڑیں اور آخر میں بنی امیہ کے اقتدار اور ثروت نے حضرت علیؑ کو عبد الرحمٰن ابن ملجم کے ہاتھ سے مسجد کوفہ میں شہید کرا دیا۔

حضرت علیؑ کے بعد منصب خلافت آپ کے بڑے بیٹے امام حسنؑ کی طرف

ایک گود کے پالے ہوئے دو بچوں [illegible] ہوتی ہے۔
اس موقع پر بنی امیہ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر کہیں لوگوں نے حضرت محمد کو خدا کا رسول
مان کے دین کو دین حق تسلیم کر لیا تو بنی ہاشم کے مذہبی اقتدار میں اور بھی ترقی ہو جائے گی
اور اس کے سامنے ہمیشہ کے لئے ہمارا چراغ گل ہو جائے گا۔

(۱) بنی امیہ کی [illegible]

اگرچہ حضرت محمد کی تعلیم براہ راست کسی خاندان کی بلندی اور کسی خاندان کی
پستی کی حمایت نہیں کرتی تھی مگر آپ کی تعلیم میں جو بلندی اور عزت کا معیار قرار دیا
گیا تھا وہ صرف کردار کی خوبی اور فرائض انسانی کی بجا آوری تھی اس معیار پر بنی امیہ
کے افراد پورے نہ اترتے تھے اور اس طرح ان کے اقتدار کو سخت صدمہ پہنچتا
تھا چنانچہ امیہ کے پوتے ابو سفیان نے محمد کی تعلیم کے خلاف علم بغاوت بلند
کیا عرب کے [illegible] مانے اور دیکھتے دیکھتے بہت سے لوگ اس علم کے نیچے جمع ہو گئے اور حضرت
محمد کو ستانے اور تبلیغ میں روڑے اٹکانے لگے بنی امیہ نے عتبہ بن ربیعہ کو حضرت
کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا۔
اے محمد آخر تم کیا چاہتے ہو مکہ کی ریاست یا کسی بڑے گھرانے میں شادی یا
دولت کا ذخیرہ ہم یہ سب کچھ مہیا کر سکتے ہیں اور اس پر بھی تیار ہیں کہ پورا مکہ تمہارے
زیر فرمان ہو جائے لیکن تم ہمارے مذہب میں دخل نہ دو۔
حضرت محمد نے ان سب فضول سوالوں کے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں
پڑھ دیں اور فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج [illegible]
[illegible]
تو بھی میں اپنے کام تبلیغ سے باز نہ آؤں گا۔
[illegible] کا اثر عتبہ پر اتنا ہوا کہ اس نے قریش سے جا کر کہا کہ محمد جو کلام پیش کرتے
[illegible]

کتاب کی خصوصیات

مرتب ہوا۔ تاریخ صاف اقرار کر رہی ہے کہ کتنے شریفانہ اصول پر کو معاہدہ اس سے پہلے
نہیں ہوا تھا معاہدہ کی تحریک کا سہرا بھی بنی ہاشم ہی کے سر تھا واقعہ یہ تھا کہ عبدالمطلب
کے بعد عرب میں خود سری پھر شروع ہو گئی۔ رشتے ناتوں کی وجہ سے آپس میں خونریزیاں
تو نہیں ہوئیں لیکن اجنبی لوگوں کی زندگیاں محفوظ نہیں تھیں حنظلہ جو بنی القین کا مشہور
شاعر گذرا ہے دن دہاڑے مکہ کی سڑکوں پر لوٹ لیا گیا۔ بنی ہاشم نے اس کا احساس
کیا اور پردیسیوں اجنبیوں کی خدمت اور نگہداشت کا بیڑا اٹھایا۔

بنی ہاشم۔ زہرہ اور تیم سب عبداللہ بن جدعان کے مکان پہنچے ہوئے اور عہد
کیا کہ ہم ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیں گے اور ہم زندگی میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے
حضرت محمدؐ اس معاہدہ میں شامل تھے یعنی آپ نے اس جلسہ میں شرکت ۵۹۵ء
میں یعنی اپنی شادی سے کچھ دن بعد کی تھی یہ معاہدہ عرب قوم کی اسپرٹ سے بالکل خلاف
تھا وہاں تو یہ کہا کہ ہم کو اپنے ہم قوم و قبیلہ کی مدد کرنا چاہیئے خواہ وہ ظالم ہو یا
مظلوم اس قبائلی تعصب کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک شخص کی جنگ قبائلی اور خاندانی
جنگ بن جاتی تھی جو چالیس چالیس سال تک جاری رہتی تھی۔

اس عہدنامہ کی تنظیم کے بعد ساتویں صدی عیسوی میں عثمان بن حویرث نے
دولت اور ثروت کے لالچ کی وجہ سے چاہا کہ حجاز رومی سلطنت کا محکوم بن جائے
عثمان کی یہ پوزیشن نہایت جسارت اور مردانگی کے ساتھ تھی اور وہ یقیناً کامیاب
ہو گیا ہوتا اگر عربوں میں اس وقت بھی پیشتر کی طرح نفاق اور بے آئینی رہتی لیکن
اس معاہدہ کی وجہ سے عربوں میں کافی سمجھ آگئی تھی اس لئے وہ اقدام ناکامیاب
رہا اور حجاز ایک غیر قوم کی غلامی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔

مثل حضرت اسمٰعیل کی قربانی کے کتب تاریخ میں درج ہے جس طرح حضرت اسمٰعیل
کا فدیہ دُنبہ تھا اسی طرح مشہور ہے کہ عبد المطلب نے سَو اونٹوں کی قربانی کے بدلے
میں عبد اللہ کی جان بچائی اس واقعہ کی بنا پر عبد اللہ بھی ذبیح اللہ کہلائے عبد اللہ
کا انتقال باپ کے سامنے ہی ہو گیا تھا صرف ایک پسر محمدؐ چھوڑا۔

حضرت عبد المطلب کے تمام عہدے اور کل اختیارات حضرت ابو طالب کو حاصل
ہوئے۔ ابو طالب شیخ البطحا اور سردار قریش مشہور ہوئے۔ اور سب سے بڑی امانت
جو انکی حفاظت میں آئی وہ عبد اللہ کے یتیم حضرت محمدؐ کی ذات گرامی تھی جن سے قدرت
کے تمام مقصد وابستہ تھے ابو طالب اُن کے امین مقرر ہوئے۔ حضرت محمدؐ کی ولادت
۱۷ ربیع الاول سنہ عام الفیل بروز ہفتہ مطابق ۳ ستمبر ۵۷۰ء کو بعد طلوع آفتاب
ہوئی کسریٰ نوشیروان کا چالیسواں جلوس کا سال تھا اور سن سلاقسی یعنی یونانی ۸۸۲ تھا۔

ابھی حضرت محمدؐ کی عمر نوجوانی کی پہلی منزل میں تھی کہ آپ کی سچائی اور ایمانداری
کو تمام عربوں نے تسلیم کر لیا اور آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھوانا شروع کر دیں
اور آپ کو صادق اور امین کا لقب دیا۔ اس کے علاوہ اہم معاملات میں آپ کے
تصفیہ کو قابل قبول سمجھا حضرت محمدؐ کی عمر بیس برس کی تھی جب قریش میں ایک عہد نامہ

---

۳ حضرت ابراہیم نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے اسمٰعیل کو خدا کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں آپنے اپنے بیٹے
سے یہ خواب ظاہر کیا بیٹے نے کہا کہ آپکو جو حکم دیا گیا ہے اسے بجا لائیے انشاء اللہ مجھے بھی صبر کرنیوالوں سے پائیے گا۔
غرض حضرت ابراہیم نے بیٹے کو لٹا یا اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی اسوقت زمین اور آسمان میں لرزہ پڑ گیا جانور
اڑنے لگے زمین کانپنے لگی فرشتے رونے لگے جب بوڑھے باپ نے بیٹے کے گلے پر چھری رکھی اور پھیرنے کا ارادہ کیا تو
فوراً خدا کی طرف سے ایک دنبہ بھیج دیا گیا اور بجائے حضرت اسمٰعیل کے وہ دنبہ ذبح ہو گیا اسی دن سے مسلمانوں میں
قربانی واجب ہو گئی جو بقر عید کے دن عام طور سے مسلمان بجا لاتے ہیں اور جناب اسمٰعیل کا اسی دن سے لقب ذبیح
اللہ ہو گیا ۴ ابرہہ نے ہاتھیوں سے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا اس وقت سے سن عام الفیل شمار ہوتا

قصی ابن کلاب نے بڑی عزت اور بلندی حاصل کی کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کرائی اور
اپنے لئے ایک عالیشان محل بنوایا جسمیں خود اُن کا کمرہ "دارالندوہ" یعنی اسمبلی کے
طور پر استعمال ہوتا تھا جہاں جمہور کے کام انجام دیئے جاتے تھے قریش جو تمام
ملک میں بکھرے ہوئے تھے آ آکر کعبہ کے گرد و نواح میں بس گئے اپنے لوگوں
کے لئے قانون بھی بنائے اور محصول کی وصولیابی اور حاجیوں کے خورد و نوش
کا بھی انتظام کیا۔ قصی کا انتقال سنہ ۴۸۰ء میں ہوا۔

قصی کے فرزندوں میں عبد مناف کو کعبہ کی تولیت اور قریش کی ریاست
حاصل ہوئی وہی کعبہ جس کے پاس آج دنیا کے مسلمان حج کے لئے ہر سال جاتے ہیں
یہ موجودہ اسلام سے مدتوں پہلے بھی عرب کا سب سے بڑا عبادت خانہ اور مذہب
و تقدس کا سب سے بڑا مرکز تھا اُس کی تولیت اور مجاوری ایک بہت بڑا منصب
تھا جو اس خاندان کے لئے مخصوص تھا اور یہی تولیت تھی جو عام لوگوں میں حق و
باطل کا سوال پیدا کرتی تھی اور یہ لوگ حمایت... حق اور مذہب حق کے لئے
مشہور تھے۔ اُس کے علاوہ سخاوت، کرم۔ اور انسانیت کے تمام اچھے اخلاق و
اوصاف میں یہ لوگ نمایاں درجہ رکھتے تھے۔

عبد مناف کے فرزندوں میں حضرت ہاشم بڑے صاحب صولت اور باثر
تھے ہاشم نے قیصر روم سے خط و کتابت کر کے کچھ خاص حقوق عرب کے سوداگروں
کے واسطے حاصل کئے تھے ہاشم اُن کا لقب اس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے ایک
مرتبہ قحط کے زمانہ میں شوربے میں روٹیاں چور کر لوگوں کو کھلائی تھیں۔ عربی میں
ہشم چورا کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اگرچہ اُن کے بھائیوں میں اُمیہ کا بھی شمار تھا

انسان کامل

یعنی

پورن پرش

باب اوّل

ملک عرب میں خاندان قریش اپنی شرافت کے اعتبار سے نہایت ممتاز تھا
اس خاندان قریش کا لقب جس شخص نے حاصل کیا وہ نضر ابن کنانہ تھے مگر بعض کہتے
ہیں کہ قریش کا لقب سب سے پہلے۔ فہر ابن مالک نے حاصل کیا اور بعض کے نزدیک
قصی ابن کلاب کو یہ عزّ و افتخار حاصل ہوا۔

چنانچہ کتاب عقد الفرید میں ہے کہ قصی نے اپنے خاندان کو جمع کرکے کعبہ کے
آس پاس بسا لیا تھا اس لئے انکو قریش کہتے ہیں۔ تقریش کے معنی جمع کرنے کے ہیں اور
مُجمّع یعنی جمع کرنے والا ہے۔

خاندان قریش کی فضیلت۔

محمد اس لڑکی کا بیاہ ایک رشتہ دار سے کریں گے جو بڑا خدا رسیدہ ہوگا اور محمد کے بعد اُس کے برابر کوئی نہیں ہوگا۔ پھر خدا اپنی مہربانی سے محمدؐ کی لڑکی کو دو بیٹے دے گا جو اپنے باپ کی طرح بڑے بہادر ہوں گے۔ اور خدا کے عبادت گذار ہوں گے۔ جن کو محمد اپنی بیٹی سے بھی زیادہ چاہیں گے یہ دونوں لڑکے محمدؐ کے مذہب کو پھیلائیں گے اور سب کام خدا کی خوشنودی کے لئے کریں گے اپنے دلکو خوش کرنے کیلئے کچھ نہ کرینگے۔

اے پاربتی | محمدؐ کے مرنے کے بعد اُن کے مذہب والے محمدؐ کے خاندان پر بڑا ظلم کریں گے اور مال حاصل کرنے کیلئے اور تاج و تخت کے لالچ میں محمدؐ کے اُن لڑکوں کو مار ڈالیں گے سب سے زیادہ تڑپا دینے والا واقعہ چھوٹے بیٹے کا ہوگا جس کو محمدؐ والے جھوٹے خط بھیجکر بلائیں گے اور اُس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھوکا پیاسا مار ڈالیں گے۔ اُس خدا رسیدہ کے مارے جانے کے بعد اس کے گھر والوں کو گرفتار کریں گے اور بڑا ظلم کریں گے لیکن اس خدا رسیدہ کے لڑائی میں مارے جانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محمدؐ کا مذہب پھیل جائے گا اور سارا جہان اس پر رحم کھائے گا یہ سچائی پر جان دینے والا بیٹا شہید ہوگا۔

اے پاربتی | میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر ہے جس سے دل کانپ رہا ہے:

مضمون مندرجہ بالا کے متعلق ایک شہادت

اخبار سرفراز محرم نمبر سنہ ۱۳۴۵ھ مطابق سنہ ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون جناب شاہ نظیر ہاشمی صاحب غازیپوری درج ہے جس کا عنوان ہندو آثار کتب و روایات سے مودّت حسینؑ کی جھلک ہے جس میں موصوف لکھتے ہیں کہ ہاں ہندوؤں کی پرانی کتابوں

بڑا اتیاچار کریں گے اور لکشمی پراپت کرنے کے لئے اور راج پاٹ کے تو یہ بہت مہامت
کے پتروں کو مار ڈالیں گے سب سے زیادہ آدیک ٹڑپا دینے والی گھٹنا چھوٹے
پتر کی ہوگی جس کو مہامت والے چھوٹے پتر بھیجکر بلائیں گے۔ اور اس کے ننھے ننھے
بالکوں کو بھوکا پیاسا مار ڈالیں گے اس بھگت کے مارنے کے بعد اس کے گھر
والوں کا بندھن کریں گے۔ اور بڑا اتیاچار کریں گے لیکن اس بھگت کے بدھ
میں مارے جانے کا پرنام یہ ہوگا کہ مہامت کا مت پھیل جائے گا اور سارا سنسار
اس پتر پر ترس کھائے گا۔ یہ سچائی پر جان دینے والا پتر امر ہوگا۔

اے پاربتی | میری آنکھوں کے سامنے وہ درشے ہے جس سے ہردے کانپ رہا ہے۔

ترجمہ

اے پاربتی | اس دنیا کو سدھارنے کے لئے خدا محمدؐ نبی کو بھیجے گا جو اب سے ہزاروں سال بعد پیدا ہوگا اور خدا کا سچا عبادت کرنیوالا ہوگا۔

اے پاربتی | محمدؐ کی بیوی سے جو لڑکا پیدا ہوا ہوگا اس کے دل کی خواہش سے موت کا فرشتہ آسمان پر لے جائے گا اور بعد اس کے

خدا جس کے برابر کوئی نہیں ہے محمدؐ کو ایک بیٹی دے گا جو ہزاروں لڑکیوں سے
خوبصورت ہوگی اور خدا کی عبادت کرے گی۔ اس کی زبان سے جھوٹ نہ نکلے گا
اور تمام چھوٹے بڑے پاپوں یعنی گناہوں سے مبرا ہوگی۔ اور باپ کی وجہ سے
خدا کی پیاری ہوگی۔

شجرہ خاندان بنی اُمیّہ و
خاندان خلیفہ سوئم
امیہ بن عبد مناف
۲۷
عبد الشمس
۲۸
۲۹
ابوالعاص
عقبہ
ربیعہ
ہاشم
حرب
۳۰
عاص
مسلم
ام الحکم
ام حبیبہ
ابوسفیان
عقبہ
۳۱
عفان
حکم
یزید
معاویہ
ولید
۳۲
مروان
یزید
مسلم
۳۳
عبدالملک
محمد
معاویہ
حضرت عثمان
خلیفہ سوئم

شجرہ خاندان خلیفہ دویم
عدی ابن کعب
۲۳
عبداللہ
۲۴
رباح
۲۵
قرط
۲۶
نفیل
۲۷
خطاب
۲۸
حضرت عمر خلیفہ دویم
۲۹
عبداللہ
عبیداللہ
ابو شحمہ
حفصہ
۳۰
شجرہ خاندان خلیفہ اوّل
تیم بن مرۃ
۲۶
سعد
۲۵
کعب
عامر
۲۷
عمر
۲۸
ابو قحافہ
۲۹
حضرت ابو بکر خلیفہ اول
۳۰
محمد
عبدالرحمن
عائشہ
اسماء
۳۱
ام فروہ
قاسم
بایزید بسطامی
۳۲
۳۳
مادر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام

سلطنت مغلیہ میں بھی اس خاندان کا نمایاں مقام رہا عہد اورنگ زیب میں
[illegible] کی طرف سے صوبیدار

اس کے مال ومتاع واسباب کو چھین لے اس کی اولاد کو اسیر ومقید کر دے
لیکن امام حسین علیہ السلام نے اپنی بے مثال قربانی سے یہ ثابت کر دیا کہ
معیار فتح وشکست صرف میدان جنگ میں قتل کر دینا نہیں ہے یہ امام مظلوم
ہی نے بتایا ہے کہ معیار فتح وشکست حصول نقطۂ اختلاف کا نام ہے۔
نقطۂ اختلاف کا حاصل کر لینے والا فاتح اور اسے کھو دینے والا مفتوح
کہلاتا ہے۔
حسین علیہ السلام بتا گئے کہ دیکھو میرے اور یزید کے درمیان نقطۂ
اختلاف مسئلہ بیعت ہے میری اور یزید کی لڑائی مال ودولت کے لئے
نہیں ہو رہی ہے میری اور یزید کی لڑائی تخت وتاج کے لئے نہیں ہو رہی
ہے میری اور یزید کی لڑائی جاہ وثروت کے لئے نہیں ہو رہی ہے میرے اور
یزید کے درمیان نقطۂ اختلاف مسئلہ بیعت ہے اگر یزید مجھ سے بیعت لے جائے تو وہ
فاتح ورنہ نہیں۔ امام نے سر دیدیا لیکن بیعت نہ کی نواب صاحب مرحوم نے انسان
کامل میں ان تمام مطالب کو انتہائی اچھے عنوان سے ادا کیا ہے آپ انسان کامل کا
مطالعہ کرنے کے بعد یقیناً متاثر ہونگے۔

جناب نواب سرفراز علی خاں صاحب مرحوم رئیس جانسٹھ ضلع مظفر نگر
زیدی سادات کے افراد اعلیٰ میں سے تھے۔ جانسٹھ وہ قصبہ ہے کہ اس علاقہ میں
سے یہاں کے سادات بارہہ کے نام سے مشہور رہے ان کے مورث اعلیٰ جناب
دیوان سید ابو الفرح نے ۳۹۷ھ میں سلطان محمود کے ساتھ ہندوستان آئے
۴۰۲ھ میں سلطان محمود نے آپ کو بعض جاگیریں عطا فرمائیں جبھی سے اس
خانوادہ کے افراد ہر حکومت میں ایک نمایاں مقام کے مالک رہے یہاں تک کہ

ہادی الملت (۱۰) سرکار محسن الملت جناب مولانا سید محمد محسن
عفی عنہ) صاحب قبلہ آل سرکار نجم العلماء لکھنؤ (۱۱) سرکار فخر المتکلمین جناب
مولانا مرزا محمد طاہر بقلمہ) صاحب قبلہ لکھنؤ۔ (۱۲) عمدۃ الواعظین
جناب مولانا مولوی (مرزا محمد اطہر عفی عنہ) صاحب قبلہ ایم۔اے
پروفیسر شیعہ ڈگری کالج لکھنؤ۔

فخر العلماء جناب مرزا محمد عالم صاحب قبلہ کا ارشاد

باسمہ سبحانہ

ادارۂ تبلیغ کی مدد فرما کر میرے بازوؤں کو مضبوط بنائیے اور دہریت
والحاد کے مقابل عرفان و توحید کا علمبردار رہیے ادارہ کی مدد میری ہمت میں
اضافہ کا باعث ہوگی اگر آپ ادارہ سے تعاون کرتے رہے تو ادارہ
اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

آپ کی ادنیٰ توجہ ادارہ کی بقاء اور استحکام کی ضامن ہے مجھے
امید ہے کہ قوم و ملت کے صاحبان ذوق ادارہ کے مطبوعات ضرور
خرید فرمائیں گے۔ فقط

مرزا محمد عالم عفی عنہ

حضراتِ علمائے شیعہ کا فرمان

باسمہ سبحانہ

ادارۂ عالیہ تبلیغ و اشاعت ملتِ جعفری کی عظیم ترجمانی کیلئے قائم ہوا ہے اس وقت اس کی مدد کرنا آپ کا فرض ہے ادارے کی ہر ممکن مدد کیجئے اسکا ممبر بنئے۔ اسکے مطبوعات خریدئے اور انہیں نشر کرنے میں ادارے کا ہاتھ بٹائیے۔ خداوند عالم آپکو دنیا و آخرت میں اس کا بہترین اجر دے گا۔

(۱) سرکار مفتی اعظم جناب مولانا مفتی سید احمد علی عفی عنہ) صاحب قبلہ مجتہد امیر جامعہ ناظمیہ لکھنؤ (۲) سرکار نصیر الملت جناب مولانا (سید محمد نصیر) صاحب قبلہ آل صاحب عبقات الانوار (۳) سرکار تاج العلماء جناب مولانا سید (محمد ذکی) صاحب قبلہ مجتہد آل نجم العلماء (۴) سرکار سعید الملت جناب مولانا (محمد سعید) صاحب قبلہ مجتہد آل صاحب عبقات الانوار (۵) سرکار حجت الاسلام جناب مولانا (محمد حسین الرضوی) صاحب قبلہ مجتہد آل سرکار ہادی الملت (۶) سرکار صفوۃ العلماء آقائے شریعت جناب مولانا (سید کلب عابد نقوی) صاحب قبلہ مجتہد امام جمعہ و جماعت لکھنؤ (۷) سرکار زبدۃ العلماء جناب مولانا (محمد صادق نقوی) صاحب قبلہ آل نجم العلماء (۸) سرکار امیر العلماء جناب مولانا سید (حمید الحسن نقوی) قبلہ مجتہد آل سرکار نجم العلماء (۹) سرکار حجت الاسلام جناب مولانا (محمد جعفر رضوی) صاحب قبلہ آل سرکار

چھوٹی چھوٹی مفید کتابیں ادارہ کو بغرض اشاعت ارسال فرمائیں تاکہ ادارہ انھیں شائع کرے۔ فقط

مرزا محمد ذکی سکریٹری ادارہ تبلیغ واشاعت ۳۹/۲۰۱ درگاہ حضرت عباس علیہ السلام رستم نگر لکھنؤ

ادارۂ تبلیغ کے لیے

سرکار حجۃ الاسلام مولانا سید محمد صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ سلطانیہ کا فرمان

باسمہ سبحانہ

فخر العلماء جناب مولوی مرزا محمد عالم صاحب قبلہ حرسہ تعالیٰ کی زیر نگرانی تبلیغ واشاعت مذہب حق کے لئے ادارۂ مذکور قائم ہوا ہے اس لئے حضرات مومنین کی خدمت میں عرض ہے۔ ہر ممکن امداد فرما کر اکتساب اجر و ثواب فرمائیں فقط

وھو الموفق للصواب۔ سرکار حجۃ الاسلام جناب مولانا سید محمد عفی عنہ صاحب قبلہ مجتہد پرنسپل سلطان المدارس

لکھنؤ

پیش لفظ

ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ادارہ عالیہ تبلیغ و اشاعت نے اس معمولی
عرصہ میں جتنی ترقی کی ہے اور جتنے خدمات ملت جعفریہ کے انجام دیئے ہیں وہ اتنے
قلیل عرصہ میں ممکن نہ تھے اب ادارہ آپ کی خدمت میں اپنی چودھویں اشاعت
کے موقع پر اپنا خاص نمبر انسان کامل پیش کر رہا ہے انسان کامل جناب نواب سید
سرفراز علیخاں صاحب مرحوم رئیس جائس کی تالیف کردہ کتاب ہے جسکو مرحوم کے
صاحبزادے سید علمدار علی صاحب عرف علن صاحب نے ادارہ کو بغرض طباعت
عطا فرمایا ہم یہ کتاب ادارہ سے پیش کرتے ہوئے فخر کرتے ہیں کہ آج تک اس
موضوع پر اتنی اہم کتاب منظر عام پر نہیں آئی اور ساتھ ساتھ ہم سرکار فخر العلماء
جناب مرزا محمد عالم صاحب قبلہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ
سرکار موصوف کی گوناگوں خدمتوں سے ادارہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا
جا رہا ہے الحمد للہ کہ اب ادارہ کے کئی سو ممبر بن چکے ہیں آپ بھی آج ہی ادارہ
کی ممبری قبول فرمائیے ادارہ کی فیس ممبری صرف مبلغ پانچ روپے سالانہ ہے
ادارہ آپ کو سال بھر میں پانچ روپے کی کتابیں بھیجنے کا ذمہ دار ہے اگر کوئی
اہم اور خاص نمبر ادارہ نکالے گا تو اس کی اطلاع ممبران ادارہ کو دی
جائے گی تاکہ ممبران ادارہ اسے بھی خرید کر لیں اگر آپ تعاون فرماتے رہے
تو یقیناً ہمارا ادارہ بڑی سے بڑی خدمت کر سکے گا۔
اس کے علاوہ ادارہ ارباب قلم سے بھی گزارش کرتا ہے کہ وہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۳	پنڈت گووند بلبھ پنت سابق مرکزی وزیر داخلہ	۹۴	۵۳	پروفیسر بھولا ناتھ ایم اے	۹۶
۴۴	بابو سمپورنانند سابق وزیر اعلیٰ	//	۵۴	سردار کنور مہندر سنگھ بیدی سحر سٹی مجسٹریٹ دہلی	//
۴۵	پروفیسر شیو لوچن سہائے استاد کی	//	۵۵	پنڈت رگھونندن پرشاد بی۔ اے۔	۹۷
۴۶	راجکماری امرت کور وزیر صحت یوپی	۹۵	۵۶	پنڈت کیلاش چند ترویدی ڈپٹی کلکٹر	۹۹
۴۷	ڈاکٹر امرناتھ جھا سابق وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی بنارس	//	۵۷	پنڈت سندر لال جی صدر مذاہب عالم کانفرنس	//
۴۸	پروفیسر بی۔ بی مجمدار پٹنہ یونیورسٹی۔	//	۵۸	ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو	//
۴۹	رائے بہادر مہر چند کھنہ صدر فرنٹیر مہا سبھا۔	//	۵۹	شری پرشوتم داس ٹنڈن جی صدر نیشنل کانگرس	//
۵۰	دیوان کے ایم جھویری سابق ڈین فیکلٹی بمبئی	//	۶۰	شری کیشو دیو مالویہ سابق وزیر صنعت و حرفت یوپی	۱۰۲
۵۱	ڈاکٹر ایشوری پرشاد سابق صدر شعبۂ تاریخ یونیورسٹی الٰہ آباد	۹۶	۶۱	مولانا شاہد فاخری ایم ایل اے صدر جمعیت العلماء یوپی	//
۵۲	پروفیسر رادھا کمد مکرجی سابق صدر شعبۂ تاریخ یونیورسٹی لکھنؤ	//	۶۲	عالیجناب [illegible] ایم اے انگلینڈ اکنامکس	۱۰۳

فہرست مضامین

المؤلف

احقر مؤلف حضرات ناظرین کی خدمت میں [illegible] پردازہ ہے کہ کتاب انسان
کامل یعنی پورن پرش لکھنے سے کسی بھی انسان کی دل آزاری یا دل دکھانا مقصود
نہیں ہے یہ صرف اس لئے لکھی گئی ہے کہ ہمارے برادران وطن جو صرف امام
حسین علیہ السلام کے نام سے تو واقف ہیں مگر یہ نہیں جانتے [illegible]
تھے رسول اسلام سے انکو کیا واسطہ تھا کس خاندان سے تھے کربلا میں ان سے
کیوں جنگ ہوئی کس نے شہید کر دئے گئے انکو شہید کرنے والے کون لوگ تھے [illegible]
[illegible]

یہی نہیں بلکہ اس کتاب کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم [illegible]
امام حسین کو کس طرح اپنانے کی کوشش کی ہے اور کیا قدر و منزلت [illegible]
امید ہے کہ کتاب ہذا ناظرین کی معلومات میں اور اضافہ کا باعث ہوگی

نیاز مند

سید سرفراز علی خان [illegible]
[illegible] ضلع مظفر نگر

(ادارہ مومنین سے متمنی ہے کہ ایک سورۂ فاتحہ سے مرحوم
کو [illegible] ثواب کریں)